جلد ۱۲ | نبوت ۱۳۵۰ ہش | شمارہ ۱۱

نومبر ۱۹۵۱ء

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت آٹھ روپے
دیگر ممالک ، پونڈ

فی پرچہ پچھتر پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَامُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

نبوت ۱۳۵۰ ہش

رمضان المبارک ۱۳۹۱ ہجری نومبر ۱۹۷۱ء

ایڈیٹر

مسعود احمد دہلوی

فہرست مضامین

پبلشر . . . . . . چوہدری محمد ابراہیم

مطبع . . . . . ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت . . . . . . دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دار الصدر جنوبی ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۱۲ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۱۱

نبوت ۱۳۵۰ ہش

تزکیۂ نفوس کی خاطر مجاہدہ اور ریاضت کرنے والے خوش نصیب انصار کا اجتماع

انوارِ سماوی سے اپنے قلوب کو منور کرنے کے جذبۂ بے اختیار کی مسحور کن کیفیت

اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی مامور کو دنیا میں مبعوث فرماتا ہے تو اس کی دعوت کو محض قبول کرلینا ہی کافی نہیں ہوتا۔ ایمان لانے والوں کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے قلوب کو اُن انوار سے منوّر کریں جو اُس مامور من اللہ کے ساتھ آسمان سے نازل ہوتے ہیں۔ یہ تبھی ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اس کی صحبت میں رہ کر اس کی قوتِ قدسیہ سے فیضیاب ہوں اور اس طرح اپنے آئینۂ دل کو صیقل کرکے اسے اِس قابل بنائیں کہ اس میں انوارِ سماوی منعکس ہو سکیں۔

مامور من اللہ کے ساتھ نازل ہونے والے انوار کی مثال بارش کی سی ہوتی ہے۔ اس سے وہی زمین فائدہ حاصل کرتی ہے جس میں پہلے سے کچھ نہ کچھ زرخیزی موجود ہو۔ اسی لئے زرخیز زمینیں بارش نازل ہونے کے بعد سرسبز و شاداب ہو جاتی ہیں۔ اس کے بالمقابل بنجر زمینیں اپنے اندر بارش کا پانی جذب کرنے کے باوجود پہلے ہی کی طرح بنجر رہتی ہیں اور ان میں کوئی روئیدگی ظاہر ہی نہیں ہوتی۔ چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

انوار سماوی سے صحیح رنگ میں فائدہ اٹھانے کی اہلیت پیدا کرنے کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"پاک عقل آسمان سے آتی ہے اور اپنے ہمراہ ایک نور لاتی ہے لیکن وہ جوہر قابل کی تلاش کیا کرتی ہے۔ اِس پاک سلسلہ کا قانون وہی قانون ہے جو ہم جسمانی قانون میں دیکھتے ہیں۔ دیکھو بارش آسمان سے پڑتی ہے لیکن کوئی جگہ اس بارش سے گلزار ہوتی ہے اور کہیں کانٹے اور جھاڑیاں ہی اگتی ہیں اور کہیں وہی قطرۂ بارش سمندر کی تہ میں جاکر ایک گوہر شاہوار بنتا ہے۔ بقول کسے ؎

در باغ لالہ روید و در شورہ بوم و خس

اگر زمین قابل نہیں ہوتی تو بارش کا کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ الٹا ضرر اور نقصان ہوتا ہے۔ اسی طرح آسمانی نور اترا ہے اور وہ دلوں کو روشن کرنا چاہتا ہے۔ سو اس کے قبول کرنے اور فائدہ اٹھانے کو تیار ہو جاؤ تا ایسا نہ ہو کہ بارش کی طرح کہ جو زمین جوہر قابل نہیں رکھتی وہ اس کو ضائع کر دیتی ہے تم بھی باوجود نور کی موجودگی کے تاریکی میں چلو اور ٹھوکر کھا کر اندھے کنوئیں میں گر کر ہلاک ہو جاؤ۔ اللہ تعالےٰ مادر مہربان سے بھی بڑھ کر مہربان ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ اس کی مخلوق ضائع ہو۔ وہ ہدایت اور روشنی کی راہیں تم پر کھولتا ہے مگر تم ان پر قدم مارنے کے لئے عقل اور تزکیہ نفوس سے کام لو۔ جیسے زمین کہ جب تک ہل چلا کر تیار نہیں کی جاتی تخم ریزی اس میں نہیں ہوتی۔ اسی طرح جب تک مجاہدہ اور ریاضت سے تزکیۂ نفوس نہیں ہوتا پاک عقل آسمان سے اتر نہیں سکتی۔ اس زمانہ میں خدا تعالےٰ نے بڑا فضل کیا اور اپنے دین اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تائید میں غیرت کھا کر ایک انسان کو جو تم میں بول رہا ہے بھیجا تا کہ وہ اس روشنی کی طرف (جو آسمان سے اتری ہے) لوگوں کو بلائے۔" (ملفوظات جلد اول صفحہ ۷۲)

مامورین اللہ کے ذریعہ نازل ہونے والے انوار سماوی سے صحیح رنگ میں فیضیاب ہونے کی غرض سے دلوں کو صیقل کرنے کی اس اہمیت کے پیشِ نظر ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے صحابہؓ کو بار بار تاکید فرمایا کرتے تھے کہ وہ کثرت سے مرکز میں آئیں اور وہاں آپ کی مقدس و مطہر صحبت اور خداداد قوت قدسی سے فیضیاب ہو کر اپنے دلوں کی زمین کو صیقل کریں اور انہیں اس قابل بنائیں کہ انوار سماوی ان میں منعکس ہو کر انہیں منور کر سکیں اور انہیں آسمانی عقل سے حصہ وافر مل سکے۔ اسی غرض کے پیشِ نظر آپ نے اللہ تعالےٰ کے منشاء اور اذن کے ماتحت ہمیشہ ہمیش کے واسطے نہایت درجہ مقدس و بابرکت الٰہی

جلسہ سالانہ کی بنیاد ڈالی۔ اُدھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے وصال کے بعد بھی انوارِ سماوی کے مسلسل نزول کو جاری وساری رکھنے کے لئے جماعت میں خلافت کا آسمانی نظام قائم فرمایا اور پھر خلافتِ ثانیہ کے مقدس عہد میں ذیلی تنظیموں کا قیام عمل میں آنے کے بعد ان کے سال بہ سال علیحدہ علیحدہ اجتماعوں کے انعقاد کا سلسلہ شروع ہوا جو بحمد اللہ تعالیٰ باقاعدگی سے جاری ہے اور سال بہ سال اجتماعات منعقد ہوتے چلے آرہے ہیں۔

مجلس انصار اللہ کے سولھویں سالانہ مرکزی اجتماع کے ذریعہ بھی (جو ۱۵، ۱۶، ۱۷ اخاء ۱۳۵۰ ہش مطابق ۱۵، ۱۶، ۱۷ اکتوبر کو ربوہ کی مقدس سرزمین میں منعقد ہوا) یہ غرض اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہایت شان کے ساتھ پوری ہوئی۔ امام ہمام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے وجود باجود کے ذریعہ نازل ہونے والے انوارِ سماوی سے اپنے قلوب کو منوّر کرنے کی دلی تڑپ اور جذبۂ بے اختیار کے ماتحت پاکستان کے کونہ کونہ سے ہزاروں انصار اس موقعہ پر ربوہ کھنچے چلے آئے اور انہوں نے اجتماعی مجاہدے اور ریاضت کے ذریعہ اپنے دلوں کی زمین پر قلبہ رانی کر کے اسے اس قابل بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی کہ اس میں حقیقی ایمان اور اعمالِ صالحہ کی تخم ریزی ہو سکے۔ اور اخلاص و وفا، قربانی ایثار، اور خدمت و فدائیت کی نئی فصل تیار ہو کر دنیا میں روحانی بھوک سے نڈھال و خستہ حال روحوں کی سیری و سیرابی کا باعث بن سکے۔

ہرچند کہ خیال تھا امسال آجکل کے مخصوص حالات کے پیشِ نظر جبکہ ملک بعض بیرونی خطرات کے پیشِ نظر انتہائی غیر معمولی حالات میں سے گزر رہا ہے شاید دُور دراز کے انصار اپنے مقدس و بابرکت اجتماع میں شرکت کی غرض سے اس کثرت سے نہ آسکیں جس کثرت سے وہ آیا کرتے ہیں لیکن اجتماع کی عظیم الشان برکات اور انقلاب انگیز تاثیرات کے پیشِ نظر جن کا وہ سال بہ سال مشاہدہ کرتے اور ذاتی تجربہ کے رنگ میں ان سے متمتع ہوتے چلے آرہے ہیں ان کے لئے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ موانع قویہ کی عدم موجودگی میں وہ اجتماع میں شرکت کے لئے اڑ کر مرکز میں نہ پہنچیں یہ دیکھ کر کہ برعایتِ حالات ان کے لئے جانا ممکن ہے وہ کھنچے چلے آئے اور پھر نہ صرف یہ کہ صرف وہی احباب تشریف لائے جو اس اجتماع کی روحانی برکات سے پہلے سے لذت یاب تھے بلکہ خاصی تعداد میں نئے احباب بھی ان کے ہمراہ آئے اور وہ بھی پہلی بار ان روحانی برکات سے بہرہ ور ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ امسال بھی شرکت کرنے والی مجالس ان کے نمائندگان اور اراکین کی تعداد میں معتدبہ اضافہ ہوا۔ سال گزشتہ کے اجتماع میں ۴۶۵ مجالس انصار اللہ کے ۹۲۵ نمائندگان اور ۱۷۷۵ اراکین شریک ہوئے تھے۔ اس کے بالمقابل اس دفعہ ۵۶۰ مجالس کے ۱۰۷۶ نمائندگان اور ۱۸۴۱ اراکین نے اجتماع میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ اس طرح امسال مجالس کی تعداد میں ۹۵ کا، نمائندگان کی تعداد میں ۱۵۱ کا اور اراکین کی تعداد میں ۶۶ کا غیر معمولی اضافہ ہوا۔ حسبِ معمول امسال بھی کئی ہزار کی تعداد میں زائرین بھی جو خدام اور اطفال پر مشتمل تھے اجتماع کی برکات سے مستفیض ہوتے رہے۔ اجتماع میں شرکت کرنے والے احباب

کی تعداد میں سال بہ سال اضافہ کے پیشِ نظر امسال حضور ایدہ اللہ کو دفتر مجلس انصار اللہ کے احاطہ میں (جہاں ہر سال اجتماع کا انعقاد عمل میں آتا ہے) جگہ کی تنگی محسوس کرتے ہوئے افتتاحی اجلاس میں یہ ہدایت دینی پڑی چونکہ موجودہ جگہ ناکافی ثابت ہوتی جا رہی ہے اس لئے آئندہ سال سے اجتماع کسی اَور کھلی اور وسیع جگہ پر منعقد کرنے کا انتظام کیا جائے۔ یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ امسال بھی بحمد اللہ تعالیٰ مشرقی پاکستان سے بعض احباب تشریف لا کر اجتماع میں شریک ہوئے چنانچہ محترم مولوی محمد صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ مشرقی پاکستان، محترم مقبول احمد خان صاحب ناظم اعلیٰ مجالس انصار اللہ مشرقی پاکستان اور محترم حاجی عبد السلام صاحب کو اجتماع میں شریک ہو کر اس کی غیر معمولی برکات سے مستفیض ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

امسال بھی اجتماع میں شرکت کی سعادت سے بہرہ یاب ہونے والے ہزاروں احباب کو اپنے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی قوتِ قدسیہ سے فیضیاب ہو کر اپنے اپنے آئینۂ قلب کو صیقل کرنے اور انہیں اس قابل بنانے کی غیر معمولی توفیق ملی کہ ان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضور کے خلفاء کے ذریعہ نازل ہونے والے انوارِ سماوی منعکس ہو کر انہیں منور کر دکھائیں۔ اس کا سب سے بیش قیمت اور انمول موقعہ اُس وقت میسر آیا جب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نہایت درجہ روح پرور اور بصیرت افروز افتتاحی اور اختتامی خطابات سے نوازا۔

افتتاحی خطاب میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کے بارش کی طرح برسنے والے فضلوں کا کسی قدر تفصیل سے ذکر فرمایا۔ یہ مسحور کن تذکرہ احباب کے لئے ازحد ازدیادِ ایمان کا موجب ہوا اور وہ حمد اور شکر کے جذبات سے لبریز ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور سجداتِ شکر بجا لائے اور یہ ایام انہوں نے اُس کی حمد کے ترانے گاتے ہوئے بسر کئے۔ حضور ایدہ اللہ نے بتایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اُس کا احسان ہے کہ غلبۂ اسلام کی شاہراہ پر ہماری حرکت دن بدن تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی ہے۔ یہ اسی کا فضل اور احسان ہے کہ پہلے احباب جماعت کو فضل عمر فاؤنڈیشن کی تحریک پر ۳۲ لاکھ روپیہ پیش کرنے کی توفیق ملی۔ پھر اس کے تین سال بعد غلبۂ اسلام کی شاہراہ پر ہماری حرکت میں اَور زیادہ تیزی آئی جبکہ احباب کو نصرت جہاں ریزرو فنڈ کی تحریک پر ۴۸ لاکھ روپے کے وعدے اور نقد رقوم پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ پھر اس فنڈ کے ضمن میں جاری ہونے والی نصرت جہاں سکیم میں آغاز کار ہی اللہ تعالیٰ نے ایسی غیر معمولی برکت ڈالی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو دیکھ کر دل شکر کے جذبات سے بھر جاتا ہے۔ حضور نے بتایا کہ آج سے ڈیڑھ سال قبل میں نے خدائی منشاء کے بموجب اس عزم کا اظہار کیا تھا کہ میں مغربی افریقہ کے چھ ممالک میں نئے ہیلتھ سنٹر اور نئے ہائر سیکنڈری سکولوں کے قیام پر ایک لاکھ پونڈ خرچ کروں گا۔ اُس وقت ایسا کرنا ناممکن

نظر آتا تھا لیکن وہ خدا جس نے دل میں یہ تحریک ڈالی تھی اس نے اپنی قدرت نمائی سے احباب جماعت کو قربانی کی توفیق دے کر اس سے زیادہ رقم کی فراہمی کا معجزانہ طور پر انتظام فرما دیا۔ میں نے ان چھ ملکوں کے لئے آئندہ پانچ سال میں ۱۸ ڈاکٹر بھجوانے کا وعدہ کیا تھا۔ ابھی ڈیڑھ سال کا ہی عرصہ گزرا ہے کہ بفضل اللہ تعالےٰ ان ممالک میں چودہ ڈاکٹر پہنچ چکے ہیں اور مزید چار ڈاکٹرز عنقریب وہاں پہنچ جائیں گے۔ ان ڈاکٹروں کے وہاں پہنچنے سے متعدد ہیلتھ سنٹرز کھل چکے ہیں جو بہت کامیابی سے ان ممالک کے عوام کی طبی خدمات بجا لا رہے ہیں۔ جوں جوں وہاں ڈاکٹرز پہنچتے جائیں گے مزید ہیلتھ سنٹرز کھلتے جائیں گے۔ اسی طرح میں نے ان ممالک میں آئندہ پانچ سال میں سولہ ہائر سیکنڈری سکول کھولنے کا وعدہ کیا تھا۔ ابھی ڈیڑھ سال کا عرصہ ہی گزرا ہے کہ نائیجیریا میں دو، گیمبیا میں ایک، سیرالیون میں ایک اور گھانا میں چار سکول کھل چکے ہیں۔ آئندہ سال تک نائیجیریا میں دو نئے سکول اور کھل جائیں گے۔ اس طرح امید ہے مغربی افریقہ میں ہمارے ذریعہ قائم ہونے والے ہائر سیکنڈری سکولوں کی تعداد دس ہو جائے گی۔ انشاء اللہ العزیز وباللہ التوفیق۔

آخر میں حضور نے فرمایا اللہ تعالےٰ کے فضل خاص کے نتیجہ میں غلبۂ اسلام کی شاہراہ پر ہماری حرکت تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی ہے اور آئندہ بھی ہوتی چلی جائے گی۔ ہمیں ذہنی طور پر اس کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے اور ہر میدان میں اپنی قربانیوں کے معیار کو بلند سے بلند تر کرتے چلے جانا چاہیئے۔ حضور کا یہ روح پرور خطاب ایک گھنٹہ تک جاری رہا۔ جب حضور نے مغربی افریقہ میں ہیلتھ سنٹرز کے قیام اور یکے بعد دیگرے سکولوں کے اجراء کی نہایت ایمان افروز تفاصیل بیان فرمائیں اور اللہ تعالےٰ کے بارش کی طرح برسنے والے فضلوں کا مسحور کن انداز میں ذکر فرمایا تو حمد اور شکر کے جذبات سے لبریز احباب پر وجد کی کیفیت طاری ہوئے بغیر نہ رہی۔

حضور ایدہ اللہ نے اپنے نہایت درجہ پُر معارف اختتامی خطاب میں سورۃ عبس کی بعض آیات کی لطیف تفسیر بیان کر کے اس امر کو وضاحت سے بیان فرمایا کہ دنیا میں سارے فتنے اور سب فساد محض اس لئے رونما ہوتے ہیں کہ دنیا نے قرآن کو چھوڑ دیا ہے اور یہ کہ دنیا کے ہر فتنہ اور ہر فساد کا علاج قرآن میں موجود ہے بشرطیکہ دنیا اس کی طرف رجوع کرے۔ اس لئے قرآن کی خدمت اور اس کے علوم و انوار کی اشاعت ہم میں سے ہر ایک کا پہلا اور آخری فرض ہے۔ حضور نے انصار اللہ کو توجہ دلائی کہ وہ اپنے اس بنیادی فرض کو انتہائی محنت اور مسلسل کوشش سے سرانجام دیں تاکہ وہ اللہ تعالےٰ کے غیر محدود انعامات کے وارث بن سکیں۔

حضور نے اپنے اس معرکہ آراء خطاب میں سورۃ عبس کی درج ذیل آیات کی بہت لطیف اور پُر معارف تفسیر بیان فرمائی:۔

فِیْ صُحُفٍ مُّکَرَّمَۃٍ ۙ مَّرْفُوْعَۃٍ مُّطَهَّرَۃٍ ۙ بِاَیْدِیْ سَفَرَۃٍ ۙ

كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝ (آیات ۱۴ تا ۱۷)

(یہ قرآن) ایسے صحیفوں میں ہے جو عزت والے ہیں بلند شان رکھنے والے ہیں اور پاک ہیں۔ وہ صحیفے (دور دور) سفر کرنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں جو معزز ہیں اور اعلیٰ درجہ کے نیکو کار ہیں۔

حضور نے فرمایا ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی ارفع و اعلیٰ شان بیان فرمائی ہے اور یہ امر ذہن نشین کرایا ہے کہ یہ ایک پاک اور مطہر چشمہ سے نکلا ہے۔ یہ ایسی کامل، مکمل، حسین اور پاک و مطہر شریعت کا حامل ہے جس کی اتباع کے بغیر کوئی انسان حسین، پاک اور کامیاب زندگی کا تصور تک نہیں کر سکتا۔ نیز بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ کہہ کر یہ بتایا ہے کہ اگر تم اعلیٰ درجہ کے نیک انسان بننا چاہتے ہو اور حقیقی عزت حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کا ایک ہی طریق ہے اور وہ یہ کہ تم قرآن کریم پڑھنے اور پڑھانے میں کوشاں رہو اور یاد رکھو کہ جو قرآن کو چھوڑتا ہے اور اس کی خدمت سے غفلت برتتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں کبھی عزت نہیں پا سکتا۔ حضور نے فرمایا اس لحاظ سے قرآن کریم کی خدمت اور اس کی اشاعت انصار اللہ کا پہلا اور آخری فرض ہے۔ آپ کو بار بار اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے لیکن آج پھر بطور یاد دہانی میں آپ سے یہ کہتا ہوں کہ آپ میں سے ہر ایک جب اپنے مقام پر واپس جائے تو دعائیں کرتے ہوئے قرآن کریم کی خدمت اور اس کی اشاعت میں لگ جائے اور ہمیشہ اس میں کوشاں رہے۔ خود قرآن کریم کا ترجمہ سیکھے اور دوسروں کو سکھائے اور پھر اس کے مطابق خود بھی عمل کرے اور دوسروں کو بھی اس کے مطابق عمل کرنے کی تلقین کرتا رہے۔

حضور نے خدمت و اشاعت قرآن کی اہمیت واضح کرنے کے بعد فرمایا اگر ہم اس خوش قسمت گروہ میں شامل ہو جائیں جس کا ذکر سورۂ عبس کی آیت بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ میں کیا گیا ہے تو پھر ہمیں انعام بھی غیر معمولی حاصل ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝ (الطارق آیات ۱۲ تا ۱۵)

یعنی میں شہادت کے طور پر اس بادل کو پیش کرتا ہوں جو بارش سے بھرا ہوا بار بار برستا ہے اور اس زمین کو بھی شہادت کے طور پر پیش کرتا ہوں جو بارش کے نازل ہونے کے بعد پھٹ کر (یعنی روئیدگی نکال کر) بارش کی غرض کو پورا کرتی ہے۔ یہ شہادت اس امر پر ہے کہ قرآن کریم یقیناً قطعی اور آخری بات ہے اور وہ کوئی بے فائدہ اور کمزور کلام نہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ خدمت قرآن کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ آسمان سے بھی اپنی رحمتوں اور فضلوں کی بارش برساتا رہے گا۔ (جو وحی و الہام، رؤیا و کشوف اور رؤیائے صادقہ کی صورت میں ہوتی ہے) اور زمین میں

سے بھی انعامات کا وارث کرے گا۔ یہ انعامات شہادت ہوں گے اس امر کی کہ اِنَّـہٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ یعنی قرآن ہی وہ قطعی اور آخری کتاب ہے جو انسان کو حقیقی انعامات کا وارث بنا دیتی ہے۔

حضور نے فرمایا جو لوگ قرآن کریم کی خدمت کرتے ہیں اور اس طرح غلبۂ اسلام کی جدوجہد میں حصہ سے کر اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے میں کوشاں رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ ان پر انتہائی فضل کرے گا۔ وہ ہرگز ان لوگوں میں شامل نہیں ہوں گے جن کے متعلق فرمایا عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ (الغاشیہ آیت ۴) کہ وہ اپنی محنت کا نتیجہ نہ پا کر تھکن سے چور ہو جاتے ہیں بلکہ ان لوگوں میں شامل ہوں گے جن کے متعلق فرمایا

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۙ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۙ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً (الغاشیہ آیات ۹ تا ۱۲)

یعنی ان کے چہروں سے خوشی اور مسرت پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی ہوگی۔ وہ اپنی کوششوں کا نتیجہ دیکھ کر مطمئن ہوں گے اور وہ کبھی لغو باتوں میں اپنا وقت ضائع نہیں کریں گے۔

حضور نے خطاب جاری رکھتے ہوئے فرمایا جو لوگ قرآن کی خدمت کرتے اور اس کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں یہی نہیں کہ ان کی کوششوں کے نتیجہ خیز ہونے پر وہ حد درجہ مطمئن اور مسرور ہوتے ہیں بلکہ اپنی جہدِ مسلسل کے نتیجہ میں وہ طمانیت اور حقیقی خوشی و مسرت سے ہمکنار ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اُن کے اِس دولت لازوال سے محروم ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سو گویا جو لوگ غیر محدود انعامات کے حصول کے لئے قرآن کی خدمت اور اس کی اشاعت میں حصہ لیتے ہیں وہ اپنی کوششوں میں کبھی کمی نہیں آنے دیتے۔ وہ مسلسل کوشش کرتے چلے جاتے ہیں ان کی ہر کوشش کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ انہیں ایک خاص لذت اور سرور بخشتا ہے۔ لیکن ہر لذت او سرور کے نتیجہ میں وہ مزید کوشش کرتے چلے جاتے ہیں اور کبھی تھکتے یا ہمت نہیں ہارتے اور نہ لغو باتوں میں اپنے وقت کو ضائع کرتے ہیں۔ گویا انعامات کی لذت اور سرور نیز جدوجہد اور کوشش متوازی چلتے چلے جاتے ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے کا ایک لامتناہی سلسلہ ہمیشہ ہی جاری رہتا ہے۔

آخر میں حضور نے قرآن کی خدمت اور اشاعت کے سلسلہ میں احباب جماعت کو ان کی ذمہ واریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا۔ ہم میں سے ہر ایک کا یہ فرض ہے کہ اسلام کی خدمت اور قرآن کی اشاعت کے لئے انتہائی محنت اور کوشش سے کام لے اور کوشش اور محنت کے تسلسل کو ہمیشہ قائم رکھے۔ تا خدا کے پیار اور اس کی محبت کا تسلسل قائم رہے۔ لیکن خدمت و اشاعت قرآن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے پیار اور محبت کے تسلسل کو قائم رکھنے کی مساعی میں یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ جو کوششیں بھی دعاؤں کے حصار کے اندر رہتے ہوئے نہیں کی جائیں گی ان کا نتیجہ کبھی حقیقی خوشی کی صورت میں ظاہر نہیں ہو سکتا۔ حقیقی خوشی کی صورت میں ظاہر ہونے والا نتیجہ

صرف ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو دعاؤں کے حصار میں رہ کر کوشش کرتے ہیں۔ پس ہمیں محض کوشش نہیں بلکہ ایسی کوشش بروئے کار لانی چاہیئے جو دعاؤں کے حصار کے اندر رہ کر کی جائے۔ ہمارے لئے تدبیر اور دعا دونوں سے کام لینا ضروری ہے اس کے بغیر ہم خدمت و اشاعت قرآن کی مساعی کے نتیجہ میں حقیقی اور دائمی خوشی اور اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ ہمیش قائم رہنے والا پیار حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔

حضور ایدہ اللہ کا افتتاحی خطاب اللہ تعالیٰ کے بارش کی طرح برسنے والے افضال و انعامات کے تذکرۂ جمیل کی وجہ سے اس درجہ ایمان افروز اور دلوں کو جذبات تشکر سے لبریز کرنے والا تھا کہ ہزارہا قلوب آستانہ الوہیت پر سجدہ ریز ہوئے بغیر نہ رہے۔ اسی طرح حضور کا اختتامی خطاب قرآنی علوم و معارف اور انوار سماوی کا ایک بیش بہا خزینہ تھا جس کے زیر اثر دلوں کے زنگ دھل گئے اور ہزارہا قلوب آئینہ کی طرح صیقل ہو کر اس قابل ہو گئے کہ ان میں انوار سماوی منعکس ہو سکیں۔ چنانچہ جنہیں یہ وجد آفرین خطاب سننے کی سعادت نصیب ہوئی ان کے سینہ و دل منور ہوئے بغیر نہ رہے اور وہ روحانی کیف و سرور سے لبریز ہو کر فرط مسرت سے جھوم اٹھے۔

اجتماع کی ایک اور برکت کے طور پر اجتماع میں شرکت کرنے والے احباب گذشتہ دو سال سے محترم جناب صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے نہایت ایمان افروز اور پُر اثر خطاب سے بھی فیض یاب ہوتے چلے آ رہے تھے اور آپ کا خطاب بھی خاص اہمیت کا حامل ہوتا تھا لیکن امسال علالت طبع کے باعث آپ کو اجتماع سے چند روز قبل بغرض علاج ربوہ سے راولپنڈی تشریف لے جانا پڑا اور آپ اجتماع میں شمولیت نہ فرما سکے۔ جس کی وجہ سے احباب آپ کے ایمان افروز اور پُر اثر خطاب سے اس مرتبہ فیضیاب نہ ہو سکے۔ احباب کو اپنی اس محرومی کا احساس ہونا ایک قدرتی امر تھا۔ اُدھر خود صدر محترم اجتماع میں شرکت نہ کر سکنے پر کچھ کم مضطرب اور بے چین نہ تھے۔ آپ نے ربوہ سے روانہ ہونے سے قبل اجتماع میں شرکت کے لئے تشریف لانے والے احباب کے نام ایک مختصر لیکن بہت جامع اور پُر اثر پیغام رقم فرمایا تاکہ اجتماع میں آپ کی عدم موجودگی کی کچھ تلافی ہو سکے۔ اور آپ اپنے اس پیغام کے ذریعہ تشریف لانے والے احباب سے مخاطب ہو کر انہیں بیش قیمت نصائح سے سرفراز فرما سکیں۔ محترم مولانا ابو العطاء صاحب قائمقام صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے اجتماع کے افتتاحی اجلاس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے روح پرور افتتاحی خطاب سے فارغ ہو کر واپس تشریف لے جانے کے بعد پڑھ کر سنایا۔ جملہ احباب نے صدر محترم کا یہ خصوصی پیغام خاص توجہ اور انہماک سے اس حال میں سنا کہ وہ آپ کی کامل و عاجل شفایابی کے لئے سراپا دعا بنے ہوئے تھے۔ اثر و جذب میں ڈوبے ہوئے آپ کے اس پیغام کا مکمل متن درج ذیل ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ　　　وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْد

میرے انصار بھائیو! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

مجھے اپنی بیماری کی فوری نوعیت کی وجہ سے علاج کے لئے ربوہ سے باہر جانا پڑا ہے۔ اس لئے مختصر سا پیغام چھوڑے جا رہا ہوں۔ سال میں متعدد مواقع اکٹھے بیٹھنے کے ہمیں ملتے ہیں۔ جن میں سے ایک ہمارا سالانہ اجتماع بھی ہے جس میں ایک دوسرے سے تعارف کی تجدید ہوتی ہے، اخوت کا احساس بڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کی یادیں تازہ ہوتی ہیں، خدا اور رسول کی باتیں سننے کا موقعہ ملتا ہے اور پھر اس خادم کو اپنے مخدوم بھائیوں سے مل کر جو خوشی ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ لیکن اس مرتبہ آپ سے ملنے اور آپ کو خوش آمدید کہنے سے محروم ہوا جا رہا ہوں جس کا شدید قلق ہے۔ میری یہ خواہش اور درخواست ہے کہ آپ اس موقعہ سے فائدہ اٹھائیں کیونکہ یہ روح کی تسکین کا سامان ہے۔ سارا وقت تحمید و تمجید و درود و سلام میں گزاریں کہ اطمینان قلب حاصل کرنے کا یہی واحد ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ سو جس نے روح کی تسکین اور قلب کا اطمینان حاصل کرنا ہے وہ اس نسخہ کو آزمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی آپ کا حافظ و ناصر رہے، دینی و دنیوی نعمتوں سے بھرپور حصہ پائیں، خیر و برکت سے رہیں اور خیر و برکت کی جھولیاں بھر کر گھروں کو لوٹیں۔ دعاؤں کے متعدد مواقع میسر آئیں گے۔ اس خادم کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں جزاکم اللہ احسن الجزاء

خاکسار: مرزا مبارک احمد

صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ

محترم مولانا ابو العطاء صاحب قائم مقام صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے اجتماع کے آخری اجلاس میں صدر محترم کا یہ پیغام ایک دفعہ پھر پڑھ کر سنایا اور آپ کی کامل و عاجل شفایابی کے لئے دعا کی پُرزور تحریک فرمائی۔ بعد ازاں آپ نے اجتماع میں شریک انصار سے قائمقام صدر کی حیثیت سے خطاب کرتے ہوئے انہیں ان کی نہایت اہم اور عظیم ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ آپ کا یہ تفصیلی خطاب بیش بہا نصائح اور اثر و جذب کے لحاظ سے خاص شان کا حامل تھا اور بہت توجہ اور انہماک سے سنا گیا اور جملہ انصار بھائیوں کے لئے بہت ازدیادِ ایمان اور ازدیادِ علم کا موجب ہوا۔

علاوہ ازیں ۱۶ اخاء کو اجتماع کے اجلاس ششم میں جو بعد نماز عشاء منعقد ہوا صدر محترم جناب صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی زیر ہدایت محترم مولانا ابو العطاء صاحب قائم مقام صدر مجلس مرکزیہ نے کارکردگی کے اعتبار سے امتیاز حاصل کرنے والے ناظمین اعلیٰ و ناظمین اضلاع کو اسناد خوشنودی عطا فرمائیں۔ نیز انصار اللہ کے سالانہ امتحانات میں اوّل دوم اور سوم قرار پانے والے احباب اور اجتماع کے موقعہ پر منعقد ہونے والے تقریری اور ورزشی مقابلوں میں امتیاز حاصل کرنے والے احباب اور ٹیموں میں انعامات تقسیم فرمائے (ان احباب اور ٹیموں کے نام اس شمارہ میں علیحدہ شائع کئے جا رہے ہیں)

امسال بھی اجتماع کی ایک اور عظیم الشان برکت کے طور پر احباب کو اجتماعی ذکر الٰہی، پنجگانہ باجماعت نماز و نیز رات کی خاموش اور پُر سکون گھڑیوں میں باجماعت نماز تہجد کے دوران اللہ تعالیٰ کے حضور درد و الحاح سے دعائیں کرنے اور اس کے حضور اپنی عاجزانہ التجائیں پیش کرنے کے انمول مواقع میسر آئے۔ ۱۵-۱۶ اخاء کی درمیانی رات کو نماز تہجد محترم صوفی غلام محمد صاحب ناظر بیت المال (خرچ) نے پڑھائی اور ۱۶-۱۷ اکتوبر کی درمیانی شب احباب کو تہجد کی نماز محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ناظم ارشاد وقف جدید کی اقتداء میں ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اجتماع کی دونوں درمیانی راتوں میں نماز تہجد کے دوران پاکستان کی سالمیت کی حفاظت اور فتح و نصرت نیز دنیا میں غلبۂ اسلام اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت و عافیت اور درازیٔ عمر کے لئے اس قدر خشوع و خضوع کے ساتھ دعائیں مانگی گئیں کہ دل یقین اور سکینت و اطمینان کی ایک ناقابل بیان کیفیت سے ہمکنار ہوئے اور سینے آسمانی انوار سے منوّر ہوئے بغیر نہ رہے۔ تہجد کی یہ انمول گھڑیاں ایسے وقت اصفیٰ کی حیثیت رکھتی ہیں جن کے حصول کے لئے ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے انصار سارا سال گن گن کر دن گزارتے ہیں۔

پھر امسال بھی سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ذکر حبیب علیہ السلام کی دو علیحدہ علیحدہ مجلسیں منعقد ہوئیں ۱۵ اور ۱۶ اخاء کی درمیانی رات پہلے نماز تہجد اور پھر ۱۶ اخاء کو علی الصبح نماز فجر ادا کرنے کے بعد سیرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خصوصی اجلاس کا انعقاد عمل میں آیا جس میں چار علمائے سلسلہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ (بلحاظ عبادات بلحاظ معاملات بلحاظ عدل و انصاف اور بلحاظ شفقت علیٰ خلق اللہ) پر اپنی سلسلہ وار تقاریر میں بہت مسحور کن انداز میں روشنی ڈالی۔ وجہ تخلیق کائنات، فخر موجودات حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر کی جانے والی ان تقاریر کے دوران سامعین پر جن کے دل نماز تہجد کے دوران اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ زاری کی وجہ سے پہلے ہی گداز حالت میں تھے عجب وارفتگی کی حالت طاری ہوئی۔ انہوں نے

عشق و محبت کے آئینہ داران اذکار مقدس کو ذوق و شوق اور ولولۂ عشق کے عالم میں کمال درجہ محویت کے عالم میں سنا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ شمع رسالت کے یہ پروانے عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار یہ دیوانے اپنے حال میں نہیں ہیں بلکہ حال سے بے حال ہو کر ایک اور ہی عالم میں پہنچے ہوئے ہیں۔ کیا مقررین اور کیا سامعین سب کی ہی آنکھیں نمناک اور زبانیں حمد و ثنا اور درود و سلام کے ورد سے تر تھیں۔ جذبات عشق و محبت کی فراوانی کے تحت ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ ذکر تھا آقائے دو جہان اور محبوب خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا جن کے متعلق خود خالق کائنات نے اپنی مخلوق کو مخاطب کر کے فرمایا۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

پھر ۱۷ اخاء کو علی الصبح نماز تہجد اور نماز فجر کے بعد منعقد ہونے والی ذکر حبیب علیہ السلام کی پُرکیف مجلس بھی اپنے اثر و جذب اور اپنی انقلاب انگیز تاثیر کے لحاظ سے کچھ کم ایمان افروز اور کم روح پرور نہ تھی۔ اس مجلس میں ہزاروں احباب نے سید المرسلین خاتم النبیین حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فرزند جلیل امام آخر الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت طیبہ کے اذکار مقدس اور آپ کے زمانہ مبارک کے نہایت ایمان افروز واقعات کو خود حضور علیہ السلام کے صحابہ کی زبانی محبت و عقیدت کے بے پناہ جذبات کے زیر اثر اس حال میں سنا کہ ان پر محویت کا ایک خاص عالم طاری تھا اور وہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ حضور کے اس فرزند جلیل پر بھی درود بھیجنے میں مصروف تھے۔ پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی محترم مولوی محمد حسین صاحب مربی سلسلہ اور محترم روشن دین صاحب زرگر نے علی الترتیب اپنے اپنے چشم دید واقعات پر مشتمل بعض ایمان افروز روایات سنائیں۔ بعد ازاں حضرت مولوی محمد دین صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ پاکستان اور محترم چوہدری عبد اللہ صاحب آف قلعہ صوبا سنگھ کی علیحدہ علیحدہ تحریر کردہ روایات پڑھ کر سنائی گئیں جنہیں محترم جناب صوفی غلام صاحب نائب ناظر بیت المال (خرچ) نے پڑھ کر سنایا۔ اس اجلاس میں قرآن مجید، احادیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درسوں کے علاوہ جو سلسلہ احمدیہ کے جید علماء نے دیئے ایک تقریر حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی سیرت پر بھی ہوئی جس میں علی الخصوص نہایت ہی ایمان افروز واقعات کی رو سے اس امر پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی کہ حضور اطاعت کے کس اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

سید المرسلین خاتم النبیین حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے فرزند جلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت طیبہ کی یہ دونوں مجالس ذوق و شوق اور ولولۂ عشق سے سرشار ہزاروں ہزار سامعین کے دلوں کو دھو کر انہیں صیقل کرنے اور ان میں آسمانی انوار کو منعکس کرنے کا موجب بنیں جن کے زیر اثر وہ خدمت اسلام کے نئے جذبہ و جوش، اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو بہ تمام و کمال پورا کرنے کے نئے عزائم، نئے حوصلوں اور نئی توانائیوں سے مالا مال ہوئے بغیر نہ رہے۔ احباب ان ہر دو مجالس

کے برخاست ہونے پر اس حال میں وہاں سے اٹھے کہ وہ روحانی سیری و سیرابی کی ایک ناقابلِ بیان کیفیت میں کھوئے ہوئے تھے۔

حسبِ سابق امسال بھی سیرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ذکرِ حبیبؑ کی ان دو پُرکیف مجالس سمیت اجتماع کے تین دنوں میں حسبِ پروگرام آٹھ اجلاس منعقد ہوئے۔ ان سب اجلاسوں میں بھی احباب جماعت کے لئے روح کی سیری و سیرابی کا کچھ کم سامان نہ تھا اجتماع کیا تھا روحانی نعمتوں کا ایک خوانِ یغما تھا جس میں قسم ہا قسم کے طیب و لذیذ اور فرحت بخش روحانی کھانے چنے ہوئے تھے اور ہزاروں ہزار احباب پوری آزادی اور دلی بشاشت کے ساتھ ان سے بہرہ اندوز و فائز المرام ہو رہے تھے۔ جہاں وہ بعض مخصوص تربیتی موضوعات پر قرآن مجید، احادیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پُر معارف درسوں سے مستفیض ہوئے وہاں انہیں نہایت ہی اہم علمی اور تربیتی موضوعات پر علماء سلسلہ کی ٹھوس پُر مغز اور ایمان افروز تقاریر سے بھی فیض یاب ہونے کا موقعہ ملا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک خاص تنظیم کے ماتحت تین دن کے دوران منعقد ہونے والے آٹھ اجلاسوں پر پھیلا ہوا تقاریر کا یہ سلسلہ احباب کے لئے بہت ازدیادِ علم کا موجب ثابت ہوا۔ جن موضوعات پر تقاریر ہوئیں وہ یہ ہیں۔ (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عالی مقام (۲) حضرت مسیح موعودؑ کا عشق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے (۳) مسلمانوں کی ترقی کے ضمن میں جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات۔ (۴) اشاعتِ اسلام کے ضمن میں جماعت احمدیہ کے کارنامے (۵) ابتلاؤں کے وقت مومنوں کا شیوہ (۶) تحریک تعلیم القرآن، تحریک وقف عارضی (۷) صحت و ذہانت اور انصار اللہ کی ذمہ داری (۸) سچائی (۹) باہمی محبت و مودّت (۱۰) ہمارے عقائد (۱۱) منافقین کی علامات از روئے قرآن و حدیث (۱۲) قیام صلوٰۃ اور انصار اللہ کی ذمہ داری (۱۳) ایک عظیم الشان نشان وغیرہ وغیرہ۔ ان موضوعات پر علماء سلسلہ کی تقاریر ایک روحانی مائدہ کی حیثیت رکھتی تھیں۔ احباب لمحہ بہ لمحہ نہایت درجہ طیب، لذیذ اور فرحت بخش غذاؤں سے متمتع ہوئے اور روحانی کیف و سرور سے سرشار ہوتے چلے گئے۔ الغرض اجتماع کے موقعہ پر ہزاروں ہزار احباب نے آسمانی برکتوں، رحمتوں اور انوار کو بارش کی طرح برستے اور دلوں اور روحوں کی آلائش کو دھوتے دیکھا اور انہیں اطمینان و سکینت اور کیف و سرور سے معمور ہوتے دیکھا۔ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ کی قوتِ قدسی اور حضور کے لٹائے ہوئے روحانی خزانوں سے فیضیاب ہو کر اپنے دلوں کی زمین کو اس قابل بنانے کی توفیق پائی کہ ان میں انوار سماوی منعکس ہو سکیں۔ فی الواقعہ انوار سماوی ان میں منعکس ہوئے اور وہ سر سے پاؤں تک منور ہوئے بغیر نہ رہے۔

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس اجتماع کی عظیم الشان برکات سے ہمیشہ ہی متمتع ہونے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے تاکہ ہم اس نور سے جسے اللہ تعالےٰ نے اس آخری زمانہ میں اتارا ہے ہمیشہ ہی منور رہیں اور ایک دفعہ روشنی میں آنے کے بعد پھر کبھی ظلمت کی طرف واپس نہ لوٹیں بلکہ دوسروں کو بھی ظلمت سے روشنی میں لانے کا وسیلہ ٹھہریں۔ آمین اللّٰھم آمین

(کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

نماز تزکیۂ نفس کرتی ہے اور روزہ سے تجلّیٔ قلب ہوتی ہے

تجلّیٔ قلب سے مکاشفات ہوتے ہیں جن سے مومن خدا کو دیکھ لیتا ہے

امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام رمضان المبارک کی عظمت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:-

" شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ سے ماہِ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیوں نے اس مہینہ کو تنویرِ قلب کے لئے عمدہ لکھا ہے۔ اس میں کثرت سے مکاشفات ہوتے ہیں۔ نماز تزکیہ نفس کرتی ہے اور روزہ سے تجلّی قلب ہوتی ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے اور تجلّی قلب سے مکاشفات ہوتے ہیں جن سے مومن خدا کو دیکھ لیتا ہے۔ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ میں یہی اشارہ ہے۔ بے شک روزہ کا اجر عظیم ہے مگر امراض اور اغراض اس نعمت سے محروم کر دیتے ہیں۔

عبادات دو قسم کی ہوتی ہیں، عبادات مالی اور بدنی۔ مالی عبادتیں تو اس کے لئے ہیں جس کے پاس مال ہو اور جس کے پاس مال نہیں وہ معذور ہے۔ بدنی عبادتیں بھی انسان جوانی میں ہی کر سکتا ہے۔ ورنہ ساٹھ سال کے بعد طرح طرح کے عوارضات لاحق ہو جاتے ہیں، نزول الماء وغیرہ شروع ہو کر نابینائی آجاتی ہے۔ یہ سچ ہے پیری و صد عیب چنیں گفتہ اند اور جو کچھ انسان جوانی میں کر لیتا ہے اسکی برکت بڑھاپے میں بھی ہوتی ہے اور جس نے جوانی میں کچھ نہیں کیا اسے بڑھاپے میں بھی صدہا رنج برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ ع موئے سفید از اجل آرد پیام۔ اس لئے انسان کو چاہیئے کہ حسب استطاعت خدا کے فرض بجالاوے۔ روزہ کے بارے میں خدا فرماتا ہے۔ اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ یعنی اگر تم روزہ رکھ بھی لیا کرو تو اس میں تمہارے لئے بڑی خیر ہے.....

اگر کسی شخص پر اپنے نفس کے کسل کی وجہ سے روزہ گراں ہے اور وہ اپنے خیال میں گمان کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں تو فلاں فلاں عوارض لاحق ہوں گے اور یہ ہو گا اور وہ ہو گا تو ایسا آدمی جو خدائی نعمت کو خود اپنے اوپر گراں گمان کرتا ہے کب اس ثواب کا مستحق ہو گا۔"

(الحکم ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء)

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وَجَدُوا السَّنَا فِي اللَّيْلَةِ اللَّيْلَاءِ

(صحابہؓ نے انتہائی تاریک رات میں نور کو پالیا۔)

وَاهًا لِاَصْحَابِ النَّبِيِّ وَجُنْدِهٖ ۔ حَفَدُوْا اِلَيْهِ بِشِدَّةٍ وَّرُخَاءِ

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ اور آپؐ کے لشکر پر صد آفرین۔ وہ سب دکھ سکھ میں آپؐ ہی کی طرف جھکے رہتے تھے۔

غَمَسُوْا بِبَرَكَاتِ النَّبِيِّ وَفَيْضِهٖ ۔ فِي النُّوْرِ بَعْدَ تَمَزُّقِ الْاَهْوَاءِ

وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی برکتوں اور فیض سے خواہشات کو فنا کرکے نور ہی نور میں غرق ہو چکے تھے۔

قَامُوْا بِاَقْدَامِ الرَّسُوْلِ بِغَزْوِهٖ ۔ حَضَرُوْا جَنَابَ اِمَامِنَا لِفِدَاءِ

رسولِ اکرمؐ کے حملے کے ساتھ میدان میں ڈٹ گئے۔ اور ہمارے امامؐ کے حضور میں قربان ہونے کے لئے حاضر ہوگئے۔

فَدَمُ الرِّجَالِ لِصِدْقِهِمْ فِيْ حُبِّهِمْ ۔ تَحْتَ السُّيُوْفِ اُرِيْقَ كَالْاَطْلَاءِ

مردوں کا خون ان کے محبت میں صادق ہونے کی وجہ سے تلواروں کے نیچے بھیڑوں بکریوں کے بچوں کی طرح بہایا گیا۔

بَلَغَ الْقُلُوْبُ اِلَى الْحَنَاجِرِ كُرْبَةً ۔ فَتَخَيَّرُوْا لِلّٰهِ كُلَّ عَنَاءِ

(جنگوں کی) مصیبت کی وجہ سے دل حلق تک پہنچ گئے۔ لیکن ان فدائیوں نے اللہ تعالےٰ کی خاطر تمام تکلیفیں خوشی سے برداشت کیں۔

قَبِلُوْا لِدِيْنِ اللّٰهِ كُلَّ مُصِيْبَةٍ ۔ حَتّٰى رَضُوْا بِمَصَائِبِ الْاِجْلَاءِ

انہوں نے تمام مصیبتیں دین کی راہ میں قبول کیں۔ یہاں تک کہ جلاوطنی کے مصائب کو بھی خوشی سے برداشت کیا۔

فِيْ وَقْتِ ظُلُمَاتِ الْمَفَاسِدِ نُوِّرُوْا ۔ وَجَدُوا السَّنَا فِي اللَّيْلَةِ اللَّيْلَاءِ

مفاسد کی تاریکی کے وقت یہ لوگ منور کئے گئے۔ انہوں نے انتہائی تاریک رات میں نور کو پالیا۔

(مِلکُ الرحمٰن)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

(یہ تو آسمانی فیصلہ ہے جو ضرور پورا ہو کر رہے گا۔)

دو روزِ عمرِ خود در کارِ دیں کوشید اے یاراں
کہ آخر ساعتِ رحلت بصد حسرت شود پیدا

اے دوستو! اپنی عمر کے دو دن دین کے کام میں گزارو کہ آخر کار مرنے کی گھڑی سینکڑوں حسرتیں لے کر آجائے گی۔

امیدِ دیں رواں گرداں۔ امیدِ تو روا گردد
ز صد نومیدی و یاس و الم رحمت شود پیدا

تُو دین کی امید پوری کر تاکہ تیری امیدیں پوری ہوں۔ سینکڑوں نا امیدیوں یاس اور غم کے بعد رحمت پیدا ہو جائے گی

در انصارِ نبی بنگر کہ چوں شد کار زا دانی
کہ از تائیدِ دیں سر چشمۂ دولت شود پیدا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار کی طرف دیکھ کہ کس طرح انہوں نے کام کیا تاکہ تجھے پتہ لگے کہ دین کی مدد کرنے سے دولت کا منبع پیدا ہو جاتا ہے

بجو از جان و دل تا خدمتے از دستِ تو آید
بقائے جاوداں یابی گر ایں شربت شود پیدا

دل و جان سے کوشش کر تاکہ تیرے ہاتھوں سے کوئی خدمتِ اسلام ہو جائے۔ اگر یہ شربت پیدا ہو جائے تو تُو بقائے دوام حاصل کر لے گا۔

بہ مفت ایں اجرِ نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

اے بھائی مفت میں تجھے نصرت کا یہ بدلہ دے رہے ہیں ورنہ
یہ تو آسمانی فیصلہ ہے جو ضرور ہو کر رہے گا۔

ہمے بینم کہ دادارِ قدیر و پاک مے خواہد
کہ باز آں قوتِ اسلام و آں شوکت شود پیدا

میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ قادر و قدوس خدا کا منشا یہ ہے کہ اسلام کی وہ قوت اور وہ شوکت جو پہلے تھی پھر پیدا ہو جائے

کریما صد کرم کن بر کسے کو ناصرِ دین است
بلائے او بگرداں گر گہے آفت شود پیدا

اے خداوند کریم سینکڑوں مہربانیاں اس شخص پر کر کہ جو دین کا مددگار ہے۔ اگر کبھی آفت آئے تو اس کی مصیبت کو ٹال دے۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام)

اپنی ہر رات کو لَیْلَةُ الْقَدر بناؤ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

" اگر ہم سوچیں تو یہ " جمعۃ الوداع " (اگر اس پر صحیح نقطۂ نگاہ سے نظر ڈالیں) اور یہ لیلۃ القدر ہمارے لئے
بطور ایک سبق کے ہے۔ بات یہ ہے کہ وہ انسان جو بہانہ تلاش کرتا ہے اور بغیر قربانی کے اپنے رب کو پالینے کی
امید رکھتا ہے۔ وہ تو ایک رات اور ایک دن کی تلاش میں ہے۔ اور اگر ہم سوچیں تو وہ دن کا گناہ بھی کر رہا ہے اور رات
کا گناہ بھی کر رہا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ سارے سال میں ایک دن (جمعۃ الوداع) کی عبادت میرے لئے کافی ہے وہ
سمجھتا ہے کہ سارے سال کی راتوں میں سے ایک رات (لیلۃ القدر) کا قیام میرے لئے کافی ہے۔ حالانکہ اگر صحیح نقطۂ نگاہ
سے ہم اس دن اور رات کو دیکھیں تو ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہر وہ دن جو خدا کی یاد میں خرچ ہو وہ تو جمعۃ الوداع کا ہی
رنگ رکھتا ہے جس میں انسان سارے دنیوی علائق کو چھوڑ کر اور دنیا کے کاموں کو چھوڑ کر اور اپنی پوری تیاری کرنے کے بعد
اور کثرت کے ساتھ تلاوت قرآن کرنے کے بعد (اور پھر جمعہ کے بعد بھی تلاوت قرآن کریم کرکے) اور تمام آداب جمعہ کو بجالا کر خدا کی رضا کو تلاش کرتا ہے تو ہمیں یہ
بتایا کہ تمہارا وہ دن جو خدا کو پیارا ہو سکتا ہے اور جس کے نتیجہ میں تم خدا کا قرب حاصل کر سکتے ہو اور جس کے نتیجہ میں خدا
کا دیدار تمہیں نصیب ہو سکتا ہے وہ تو وہ دن ہے جو جمعۃ الوداع کی طرح دنیا اور اس کی لذتوں سے بیزار اور کلیتہً اپنے رب کے
حضور جھکا ہوا ہو۔ پس سال کے ہر دن کو اس معنی میں جمعۃ الوداع بناؤ اگر تم خدا کو پانا چاہتے ہو۔

لیلۃ القدر ہمیں بتاتی ہے کہ خدا کی تقدیریں تمہارے حق میں اور تمہارے فائدہ کے لئے اس وقت
حرکت میں آئیں گی۔ جب تم راتوں کو اپنے رب کے لئے زندہ کرو گے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ ہر روز تمہارا خدا تمہارے
لئے اپنی تقدیر کی تاریں ہلائے تو تمہیں ہر رات کو لیلۃ القدر بنانا پڑے گا۔ اگر تم اپنی ہر رات کو لیلۃ القدر نہیں
بناتے بلکہ غفلت میں اور سوتے ہوئے سارے سال کی راتوں کو گزار دیتے ہو تو ایک لیلۃ القدر سے تمہیں کیا
فائدہ؟ پس اگر میرا قرب حاصل کرنا چاہتے ہو تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ تمہاری ہر رات لیلۃ القدر کی کیفیت
رکھتی ہو اور تمہارا ہر دن جمعۃ الوداع کی کیفیت رکھتا ہو۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو خدا تعالیٰ کی رضا
کو نہیں پا سکو گے۔"

(اقتباس از خطبہ جمعہ ۶ ؍ جنوری ۱۹۶۷ء
بحوالہ الفضل ۱۱ ؍ جنوری ۱۹۶۷ء)

صحت و ذہانت اور انصار اللہ کی ذمہ داری

— (محترم ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب قائد صحت و ذہانت مجلس مرکزیہ) —

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں اپنی دو قدرتوں کو جاری کیا ہے اور ان کے لیے دو قانون بنائے ہیں۔ ایک قانونِ شریعت ہے اور دوسرا قانونِ قدرت۔ یعنی مادی دنیا کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا قانون۔

سورہ تین میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ۔ یعنی انسان کو اس نے موزوں سے موزوں حالت میں پیدا کیا ہے جس سے یہ واضح نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان کو جسمانی اور روحانی ہر دو لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے موزوں حالت میں پیدا کیا ہے اور اس میں ان دو حالتوں کے صحیح نشو و نما کے لئے ہر لحاظ سے مکمل قوتیں اور استعدادیں رکھی ہیں مگر ان قوتوں اور استعدادوں کو اپنے کمال تک پہنچانے کے لئے بہرحال انسان کے لئے صحیح جدوجہد کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی بشر ان دونوں حالتوں کے لئے صحیح جدوجہد نہیں کرتا اور ساتھ ساتھ اس کے احسن نتائج نکلنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں نہیں کرتا تو اس کی حالت اللہ تعالیٰ اس سورۃ کی اگلی آیت میں یہ بیان فرماتا ہے۔ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ۔ کہ اس کو ہم ادنیٰ درجہ سے بدتر درجہ کی طرف گرا دیتے ہیں۔ لیکن مومنوں کے لئے اس سے اگلی آیت میں بشارت بھی ساتھ دے دیتا ہے کہ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ کی ان دونوں قدرتوں پر صحیح معنوں میں ایمان لاتے ہیں اور پھر اس کے ساتھ اعمال بھی صالح کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے لئے ایک نہ ختم ہونے والا اجر بھی عطا کرتا ہے۔

اس وقت خاکسار کے مضمون کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مادی قدرت کے ساتھ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو جسم اور ذہن عطا کیا ہے۔ اگر وہ ان دونوں کی صحیح نشو و نما نہیں کرتا تو یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کے لحاظ سے اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ کا حقدار نہیں بن سکتا۔ جسمانی اور ذہنی قوتوں کی صحیح نشو و نما صرف اور صرف اس صورت میں ہو سکتی ہے جبکہ ہم اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے اصول اور قواعد پر عمل کریں۔

جسمانی نشو و نما اور اس کے بعض بنیادی اصول

پہلے میں جسم کی نشو و نما کو لیتا ہوں اور خصوصاً اس حصہ عمر کے لئے جس کا تعلق اراکین انصار اللہ سے

ہے۔ یعنی چالیس سال سے زائد عمر رکھنے والوں کے لئے۔ اب یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ جو شخص بھی چالیس سال کی عمر کے بعد مندرجہ ذیل امور کو مدنظر نہیں رکھتا وہ یقیناً صحت مند جسم کا حامل نہیں ہو سکتا۔

۱۔ پہلی چیز غذا ہے۔ چالیس سال کی عمر کے بعد غذا بالکل اس سے مختلف ہوتی ہے جو کم عمری میں ہوتی ہے۔ یعنی زیادہ مرغن غذا یا زیادہ پیٹ بھر کر کھانا اس عمر کے بعد صحت کو خراب کر دیتا ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے پیارے آقا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات جو غذا سے تعلق رکھتے ہیں ان پر پوری طرح کاربند ہوں۔ مثلاً آپ نے فرمایا کہ مومن ایک آنت سے کھاتا ہے تو کافر سات آنتوں سے کھاتا ہے۔ اسی طرح آپ نے فرمایا کہ غذا کھاتے وقت اس بات کا خیال رکھو کہ جب بھوک باقی ہو تو کھانا چھوڑ دو۔ اسی طرح غذا کو اچھی طرح چبا کر کھانے کے لئے بھی آپ نے تاکید کی ہے۔ کتنی پُر حکمت تعلیم ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دی ہے جس کو آج سائنس بھی ضروری خیال کرتی ہے اور اس کی صداقت کے لئے مثالیں دیتی ہے کہ اگر انسان بسیار خور ہو تو اس کو دل کی امراض ہو جاتی ہیں۔ موٹاپا ہو جاتا ہے اس کے جگر اور گردوں کا فعل کمزور ہو جاتا ہے۔ اس کی شریانوں میں فاسد مادے جم جاتے ہیں جو بالآخر مہلک بیماریوں کی شکل اختیار کر کے متوقع زندگی سے پہلے ہی انسان کی زندگی کو ختم کر دیتے ہیں۔

۲۔ دوسری چیز مناسب ورزش ہے۔ یہ تو درست ہے کہ چالیس سال کی عمر کے بعد انسان زیادہ کوفت والی ورزش نہیں کر سکتا۔ مگر یہ درست نہیں کہ چالیس سال کی عمر کے بعد انسان ورزش نہیں کر سکتا یا اس کو ورزش کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اس عمر میں اگر صبح گھر پر ہلکی ورزش کر لی جائے تو وہ بھی کافی ہو سکتی ہے یا کم کوفت کرنے والی کھیلیں کھیلی جائیں مثلاً والی بال۔ بیڈمنٹن۔ ٹینس اور گھوڑا سواری وغیرہ تو بہت ہی اچھی بات ہے۔ ہمارے لئے اس سلسلہ میں بھی اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ سامنے ہے آپ بہترین گھوڑسوار تھے۔ اور بہترین تلوار چلانے والے تھے اور آپ آخر عمر تک یہ ورزشیں فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی التزام کے ساتھ صبح کی سیر فرماتے تھے حتی کہ وفات کے وقت تک جبکہ آپ کی عمر اندازاً ۷۴/۷۵ سال تھی آپ باقاعدہ سیر فرماتے رہے۔

سائنس آج اس چیز کو ایک حقیقت مانتے ہوئے سامنے لا رہی ہے کہ ورزش ہر عمر کے لئے لازمی ہے اور طب کے نقطہ نظر سے انسان اگر روزانہ ۵ میل پیدل سیر کر لے یا آٹھ دس میل سائیکل چلائے تو اس کے اعضاء درست رہتے ہیں۔ کھانا صحیح ہضم ہو جاتا ہے جسم میں فاسد مادے جمع نہیں ہوتے اور وہ دل اور شریانوں کی امراض میں مبتلا نہیں ہوتا

۳۔ تیسری چیز جسم کی صفائی ہے جسم کی صفائی میں بہت زیادہ اہمیت منہ اور دانتوں کی صفائی کو حاصل ہے اور اس معاملہ میں بھی ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم کا اسوہ ہمارے سامنے ہے۔ آپ ہر وضوء سے قبل مسواک کیا کرتے تھے

کپڑوں کو صاف اور جسم کو صاف رکھتے تھے اور غسل کا التزام فرماتے تھے۔ مسواک کا تو آپ کو اتنا خیال تھا کہ آپ نے فرمایا اگر میں یہ نہ سمجھتا کہ میری امت پر بار پڑ جائے گا تو میں پانچوں وقت مسواک کرنا لازمی کر دیتا۔ اس سے یہ مطلب تو نہیں نکلتا کہ چونکہ آپ نے مسواک کرنا لازمی قرار نہیں دیا اس لئے ہمیں کیا ضرورت ہے کہ مسواک کریں مگر اس سے یہ مطلب ضرور نکلتا ہے کہ آپ کے نزدیک مسواک کی کتنی اہمیت تھی۔ سائنس آج اس کو ثابت کر رہی ہے کہ مُنہ اور دانتوں کی صفائی نہایت ضروری اور لازمی چیز ہے جو شخص اس سے غفلت برتے گا وہ مسوڑھوں کی بیماریوں میں مبتلا ہو جائے گا اور مسوڑھوں کی بیماریوں کا زہر ہر وقت معدہ میں داخل ہو کر جسم میں جائے گا اور بیسیوں بیماریاں پیدا کر کے انسان کو قبل از وقت بوڑھا اور ناکارہ بنا دے گا یا اس کی زندگی ہی ختم کر دے گا۔

ذہنوں کو تیز کرنا نہایت ضروری ہے

اب مَیں ذہن کے حصہ کو لیتا ہوں۔ ذہنوں کو تیز کرنا بھی نہایت ضروری ہے اور اس پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت زور دیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ سچے مومن میں فراست ہوتی ہے اور وہ ذہین ہوتا ہے۔ ذہن کو تیز کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی ذہنی مشقیں کرتا رہے۔ اس کا دماغ ہر وقت چوکس رہے اور جب بات کرے تو لغو سے پرہیز کرے۔ ایک چیز جس کو انگریزی میں کامن سینس کہتے ہیں یعنی "فہم عام" وہ تو میرے نزدیک اب بہت ہی کم نظر آتی ہے۔ درحقیقت یہ اب ایک Rare Sense یعنی بہت "کمیاب فہم" بن گیا ہے۔ ذہین آدمی کبھی بھی لغو باتوں میں حصہ نہیں لیتا۔ جو بات اس کے سامنے آئے اس کے بارے میں خوب غور اور تدبر کر کے نتیجہ نکالتا ہے اور اس کی ایسی عادت ڈال لیتا ہے کہ آہستہ آہستہ پھر جب کوئی بات اس کے سامنے آئے تو وہ فوری طور پر صحیح نتیجہ نکال لیتا ہے۔ اس کی ایک مثال میں گزشتہ رات کی ہی آپ دوستوں کو سنا دیتا ہوں۔ گزشتہ رات شوریٰ کی کارروائی شروع ہونے کے قریباً نصف گھنٹہ بعد خاکسار نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک دوست سے پوچھا کہ مکرم مولوی ابوالعطاء صاحب شوریٰ کی کارروائی میں ایک بہت ضروری بات بھول گئے ہیں۔ آپ بتا سکتے ہیں وہ کیا ہے تو وہ دوست فرمانے لگے کہ فلاں تجویز کے بارے میں اس طرح ہوا ہے وغیرہ وغیرہ تو خاکسار نے عرض کیا نہیں جو ضروری بات مکرم مولوی صاحب بھول گئے ہیں وہ یہ ہے کہ شوریٰ کی کارروائی شروع کرانے سے پہلے دعا کروانی چاہیئے تھی

اب یہ ایک فرد گذاشت تھی جس کا خاکسار کو فوری احساس ہو گیا۔ مگر اغلباً اکثر دوستوں کا خیال اس طرف نہیں گیا۔ لہٰذا ذہنوں کو تیز کرنے کے لئے بھی ہمارے لئے ضروری ہے کہ ایک دوسرے سے ایسے سوال کرتے رہا کریں کہ اگلے کا فوری ردِّ عمل پتہ لگے اور وہ صحیح جواب دے سکے۔

ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے دلوں کو ٹٹولیں

مندرجہ بالا باتیں صحت جسمانی اور صحت ذہنی کے بارہ میں بہت اختصار سے بیان کرنے کے بعد خاکسار عرض کرتا ہے کہ ہمیں اپنے دلوں کو ٹٹولنا چاہیئے کہ کیا ہم ان پر پوری کوشش اور توجہ سے عمل کر رہے ہیں اگر ہمارا دل یہ جواب دے کہ نہیں" تو پھر یہ بہت خوف کا مقام ہے کہ اللہ تعالے نے تو ہمیں فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ پیدا کیا ہے مگر ہم اس کی موزوں سے موزوں تر پیدائش عطا کرنے کے بعد اسکی عطا کردہ قوتوں اور استعدادوں کو اجاگر نہ کر سکے اور اس طرح اسفل سافلین میں جا گرے۔ اللہ تعالے تو مومنوں کے لئے فرماتا ہے کہ اگر تم صحیح رنگ میں ایمان لے آؤ گے یعنی روحانی اور جسمانی ذہنی طاقتوں کو جو اس نے موزوں سے موزوں تر عطا کی ہیں پوری کوشش اور ہمت سے اجاگر کرو گے اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالے کے حضور دعاؤں میں التزام سے لگے رہو گے تو تمہیں وہ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ عطا کرے گا لیکن اگر ہم اپنی غفلتوں یا کوتاہ نظری کے باعث ان نعمتوں سے محروم رہ جائیں تو ہم سے زیادہ بدقسمت اور کون ہوگا۔ پس اے میرے عزیز بزرگو اور بھائیو آؤ کہ آج ہم اپنے دلوں میں یہ عزم کریں کہ ہم اللہ تعالے کی عطا کردہ موزوں سے موزوں تر جسمانی اور ذہنی پیدائش کو جو اس نے ہمیں عطا کی ہے پوری توجہ سے زیادہ سے زیادہ صحت مند بنانے کی جدوجہد کریں گے اور اس کے ساتھ ساتھ التزام کے ساتھ اس کے حضور عاجزانہ دعاؤں میں لگے رہیں گے کہ اے ہمارے اللہ تو نے ہی یہ قوتیں اور یہ خواص ہمیں عطا کئے ہیں تو ہی اپنے دستِ قدرت سے ہمیں ان کی استعدادوں کو ابھارنے کی توفیق عطا فرما اور تو ہی اپنے خاص فضل سے ہمیں ان کوششوں میں کامیابی عطا فرما کر اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ کا وارث بنا دے۔ تیرے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ وَمَا تَوْفِیْقُنَآ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

جماعت تیار کرنے کی غرض

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"اس جماعت کو تیار کرنے کی غرض یہی ہے کہ زبان، کان، آنکھ اور ہر ایک عضو میں تقوٰے سرایت کر جائے۔ تقوٰے کا نور اس کے اندر اور باہر ہو۔" (ملفوظات جلد ہفتم ص۱۲۷)

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی اطاعت کا نمونہ

(محترم مولانا غلام احمد صاحب فرخ حیدر آباد)

حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے اطاعت، فدائیت، اخلاص اور فرمانبرداری کا عدیم المثال مقام عطا فرمایا تھا۔ آپ نے ابتداء میں ہی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں جو خط لکھا وہ اخلاص و فدائیت کا عجیب نمونہ ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا۔

مولانا مرشدنا امامنا ! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

عالی جناب میری دعا یہ ہے کہ ہر وقت حضور کی جناب میں حاضر رہوں اور امام زمان سے جس مطلب کے واسطے وہ مجدد کیا گیا ہے۔ وہ مطلب حاصل کروں۔ اگر اجازت ہو تو میں نوکری سے استعفا دے دوں اور دن رات خدمت عالی میں پڑا رہوں۔ یا اگر حکم ہو تو اس تعلق کو چھوڑ کر دنیا میں پھروں اور لوگوں کو دین حق کی طرف بلاؤں اور اسی راہ میں جان دے دوں۔ میں آپ کی راہ میں قربان ہوں۔ میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپ کا ہے۔ حضرت پیر و مرشد میں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے تو میں مراد کو پہنچ گیا۔ اگر خریدار براہین کے توقف طبع کتاب سے مضطرب ہوں تو مجھے اجازت فرمایئے کہ یہ ادنےٰ خدمت بجالاؤں کہ ان کی قیمت ادا کردہ اپنے پاس سے ادا کر دوں۔ حضرت پیر و مرشد نابکار شرمسار عرض کرتا ہے۔ اگر منظور ہو تو میری سعادت ہے۔ میرا منشا ہے کہ براہین احمدیہ کی طبع کا تمام خرچ مجھ پر ڈال دیا جائے۔ پھر جو کچھ قیمت میں وصول ہو وہ روپیہ آپ کی ضرورت میں خرچ ہو۔ مجھے آپ سے نسبت فاروقی ہے اور سب کچھ اس راہ میں خرچ کرنے کو تیار ہوں۔ دعا فرمائیں، کہ میری موت صدیقوں کی موت ہو۔"

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کے اخلاص، فدائیت، اطاعت و فرمانبرداری کی بنا پر آپ کو صدیقی مقام عطا فرمایا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو مثیل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قرار دیا۔ اور حضور کی وفات کے بعد آپ کو اللہ تعالیٰ نے خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اس فدائی کا ذکر جس پیارے انداز میں فرمایا ہے وہ الفاظ ہمیشہ قائم رہیں گے۔ جو یقیناً ایک یادگاری دستاویز کا حکم رکھتے ہیں۔ حضور فرماتے ہیں:-

"جب سے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور کیا گیا ہوں اور حیّ و قیّوم کی طرف سے میں زندہ کیا گیا ہوں اسی وقت سے میں انصارِ دین کے دیکھنے کا اتنا شوق رکھتا تھا کہ پیاسے کو بھی شیریں پانی کا اتنا شوق نہیں ہوگا اور رات دن رو رو کر پکارتا تھا کہ اے میرے رب! کون میرا مددگار ہوگا؟ میں تیرا ایک حقیر بندہ ہوں۔ پس جب متواتر دعا کے لئے میرے ہاتھ اٹھتے رہے اور فضائے آسمانی میری دعاؤں سے بھر گئی تو میری تضرعات سنی گئیں اور رب العالمین کی رحمت نے جوش مارا اور اللہ تعالیٰ نے ایک سچا اور مخلص صدیق مجھے عطا کیا۔ وہ میرے مخلص دینی دوستوں اور مددگاروں کا خلاصہ ہے۔ اس کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نورالدین ہے۔ وہ جائے پیدائش کے لحاظ سے بھیروی ہے اور نسب کے لحاظ سے قریشی فاروقی ہے اور اسلام کے سرداروں میں سے ہے اور شریف والدین کی ذریت میں سے ہے۔ پس اس کے مل جانے سے گویا میرے وجود کا جدا شدہ ٹکڑا اب مجھے مل گیا اور میں ایسا خوش ہوا جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عمر فاروقؓ سے خوش ہوئے تھے۔

جب وہ میرے پاس آیا اور اس سے میری ملاقات ہوئی تو میرے سب غم دور ہوگئے اور مجھے کسی اور کے مال نے وہ نفع نہیں دیا جتنا کہ نورالدین کے مال نے جو اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر دیا ہے۔"

پھر فرماتے ہیں:۔

"جب وہ میرے پاس آیا اور مجھے ملا اور میری نظر اس پر پڑی تو میں نے اس کو دیکھا کہ وہ میرے رب کی آیات میں سے ایک آیت ہے اور مجھے یقین ہوگیا کہ یہ شخص میری دعا کا نتیجہ ہے جو میں ہمیشہ سے کرتا رہا ہوں اور میری فراست نے مجھے بتایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں میں سے ہے۔

اور میں لوگوں کی تعریف و توصیف کرنے کو اس وجہ سے ناپسند کرتا ہوں کہ کہیں ان کے نفسوں کے لئے مضر ثابت نہ ہو۔ لیکن میں سمجھتا ہوں نورالدین ان لوگوں میں سے ہے جن کے نفسانی جذبات اور طبعی خواہشات مٹ چکے ہیں اور اس کو ان باتوں کا کوئی خوف نہیں۔"

(ترجمہ آئینہ کمالات اسلام عربی حصہ صفحہ ۵۸۱ و صفحہ ۵۸۲)

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک تقریر کے دوران فرمایا:۔

"بعض تم میں سے ایسے بھی صادق ہیں کہ انہوں نے کسی نشان کی اپنے لئے ضرورت نہیں سمجھی گو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو سینکڑوں نشان دکھا دیئے۔ لیکن اگر ایک بھی نشان نہ ہوتا تب بھی وہ مجھے صادق یقین کرتے اور میرے ساتھ رہتے۔ چنانچہ مولوی نورالدین صاحب کسی نشان کے طالب نہیں ہوئے انہوں نے سنتے ہی آمنا کہہ دیا اور فاروقی ہو کر صدیقی عمل کر لیا۔ لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ شام کی طرف گئے ہوئے تھے واپس

آئے تو راستے میں ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوئے نبوت کی خبر پہنچی وہیں انہوں نے تسلیم کرلیا۔" (الحکم پرچہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء)

حضرت خلیفۂ اول رضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت میں فنا تھے اور آپؑ کے لئے انہوں نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا۔ چند واقعات درج ذیل کئے جاتے ہیں :-

" ۱۹۰۵ء کا واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دہلی تشریف لے گئے وہاں حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ بیمار ہو گئے تو ان کے علاج کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولوی صاحبؓ کو قادیان میں تار بھجوائی کہ بلا توقف دہلی چلے آئیں۔ جب یہ تار قادیان پہنچی تو حضرت مولوی صاحب اپنے مطب میں بیٹھے درس دے رہے تھے۔ اس تار کے پہنچتے ہی آپ بلا توقف وہیں سے اٹھ کر بغیر گھر تشریف لے جانے کے اور بغیر کوئی اور زاد راہ لئے سیدھے بٹالے کی طرف روانہ ہو گئے جوان ایام میں قادیان کا ریلوے سٹیشن تھا کسی نے عرض کیا کہ یا حضرت بلا توقف آنے کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ آپ گھر جا کر سامان بھی نہ لیں اور اتنے لمبے سفر پر یوں خالی ہاتھ روانہ ہو جائیں۔ فرمایا امام کا حکم ہے کہ بلا توقف آؤ۔ اس لئے اب میں ایک منٹ کے توقف کو بھی گناہ خیال کرتا ہوں۔ خدا خود میرا کفیل ہوگا۔ خدا تعالے نے بھی اس نکتہ کو ایسا نوازا کہ بٹالہ گئے تو اسٹیشن پر ایک متمول مریض مل گیا جس نے آپ کو پہچان کر آپ کا بڑا اکرام کیا اور دہلی کا ٹکٹ خرید کر دینے کے علاوہ ایک رقم بھی پیش کی۔ اس طرح آپ دہلی پہنچ کر حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہو گئے ہیں۔" (الفضل ۶ دسمبر ۱۹۵۰ء)

۲۔ حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ جو خود بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک بزرگ صحابی ہیں بیان فرماتے ہیں:-

"حضرت صاحبؑ کے زمانہ کے جس قدر آدمی ہیں سب کو حضور علیہ السلام سے اپنے اپنے طریق کے مطابق محبت تھی اور ہے مگر جس قدر ادب و محبت حضورؑ سے حضرت خلیفۂ اول کو تھی اس کی تلاش کرنی مشکل ہے چنانچہ ایک دن میں حضرت مولوی صاحبؓ کے پاس بیٹھا تھا وہاں ذکر ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسی دوست کو اپنی لڑکی کا رشتہ کسی احمدی سے کرنے کو ارشاد فرمایا مگر یہ کہ وہ دوست راضی نہ ہوا۔ اتفاقاً اس وقت مرحومہ امۃ الحی صاحبہ بھی جو اس وقت بہت چھوٹی تھیں کھیلتی ہوئی سامنے آگئیں۔ حضرت مولوی صاحبؓ اس دوست کا جواب سنکر جوش سے فرمانے لگے کہ مجھے تو اگر مرزا کہے کہ لڑکی کو نہالی (جو قادیان کی ایک خاکروبہ تھی) کے لڑکے کو دے دو تو میں بغیر کسی انقباض کے فوراً دے دوں گا۔ یہ کلمہ سخت عشق و محبت کا تھا مگر نتیجہ دیکھیں کہ بالآخر وہی لڑکی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہو بنی اور اس شخص کی زوجیت میں آئی جو خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حسن و احسان میں نظیر ہے۔" (سیرت المہدی جلد سوم ص ۶۷)

۳۔ محترم ماسٹر اللہ دتا صاحب سیالکوٹی بیان کرتے ہیں:۔

"سنہ ۱۹۰۰ء یا سنہ ۱۹۰۱ء کا واقعہ ہے کہ میں دارالامان میں موجود تھا۔ ان دنوں ایک نواب صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی خدمت میں علاج کے لئے آئے ہوئے تھے جن کے لئے ایک الگ مکان تھا۔ ایک دن نواب صاحب کے اہلکار حضرت مولوی صاحب کے پاس آئے جن میں ایک مسلمان اور ایک سکھ تھا اور عرض کیا نواب صاحب کے علاقہ میں لاٹ صاحب آنے والے ہیں آپ ان لوگوں کے تعلقات کو جانتے ہیں اس لئے نواب صاحب کا منشاء ہے کہ آپ ان کے ہمراہ وہاں تشریف لے جائیں۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے فرمایا کہ میں اپنی جان کا مالک نہیں۔ میرا ایک آقا ہے اگر وہ مجھے بھیج دے تو مجھے کیا انکار ہے۔ پھر ظہر کے وقت وہ اہلکار مسجد میں بیٹھ گئے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے تو انہوں نے اپنا مدعا بیان کیا۔ حضور نے فرمایا اس میں شک نہیں کہ اگر ہم مولوی صاحب کو آگ میں کودنے یا پانی میں چھلانگ لگانے کے لئے کہیں تو وہ انکار نہ کریں گے لیکن مولوی صاحب کے وجود سے یہاں ہزاروں لوگوں کو ہر وقت فیض پہنچتا ہے قرآن حدیث کا درس دیتے ہیں اس کے علاوہ سینکڑوں بیماروں کا ہر روز علاج کرتے ہیں۔ ایک دنیاداری کے کام کے لئے ہم اتنا فیض بند نہیں کر سکتے۔

اس دن جب آپؓ عصر کے بعد درس قرآن کریم دینے لگے تو خوشی کی وجہ سے منہ سے الفاظ نہ نکلتے تھے فرمایا مجھے آج اس قدر خوشی ہے کہ بولنا محال ہے اور وہ یہ کہ میں ہر وقت اس کوشش میں لگا رہتا ہوں کہ میرا آقا مجھ سے خوش ہو جائے۔ آج میرے لئے کس قدر خوشی کا مقام ہے کہ میرے آقا نے میری نسبت اس قسم کا خیال ظاہر کیا ہے کہ اگر نورالدین کو آگ میں جلائیں یا پانی میں ڈبو دیں تو پھر بھی وہ انکار نہیں کرے گا۔" (سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۱۶۱)

۴۔ محترم جناب حکیم محمد صدیق صاحب آف میانی فرماتے ہیں:۔

"ایک دفعہ جب آپ مطب میں بیٹھے تھے اردگرد لوگوں کا حلقہ تھا ایک شخص نے آکر کہا کہ مولوی صاحب حضور یاد فرماتے ہیں۔ یہ سنتے ہی اس طرح گھبراہٹ کے ساتھ اٹھے کہ پگڑی باندھتے جاتے تھے اور جوتا گھسیٹتے جاتے تھے گویا دل میں یہ تھا کہ حضور کے حکم کی تعمیل میں دیر نہ ہو۔

پھر جب خلیفہ ہو گئے تو اکثر فرمایا کرتے تھے کہ تم جانتے ہو کہ نورالدین کا یہاں ایک معشوق ہوتا تھا جسے مرزا کہتے تھے۔ نورالدین اس کے پیچھے یوں دیوانہ وار پھرا کرتا تھا کہ اسے اپنے جوتے اور پگڑی کا ہوش بھی نہیں ہوا کرتا تھا۔" (حیات نور صفحہ ۱۵۹)

۵۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی رضی بیان فرماتے ہیں:۔

" ایک مرتبہ ایک ہندو بٹالہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری بیوی سخت بیمار ہے ازراہ نوازش بٹالہ چل کر اسے دیکھ لیں۔ آپ نے فرمایا حضرت مرزا صاحب سے اجازت حاصل کرو۔ اس نے حضرت کی خدمت میں درخواست کی حضور نے اجازت دی۔ بعد نماز عصر جب حضرت مولوی صاحب رضی نے حضرت اقدس کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا کہ امید ہے آپ آج ہی واپس آجائیں گے عرض کی بہت اچھا۔ بٹالہ پہنچے۔ مریضہ کو دیکھا واپسی کا ارادہ کیا مگر بارش اس قدر ہوئی کہ جل تھل ایک ہو گئے۔ ان لوگوں نے عرض کی کہ حضرت راستہ میں چوروں اور ڈاکوؤں کا بھی خطرہ ہے پھر بارش اس قدر زور سے ہوئی ہے کہ واپس پہنچنا مشکل ہے۔ کئی مقامات پر پیدل پانی میں گزرنا پڑا۔ مگر آپ رضی نے فرمایا خواہ کچھ ہو سواری کا انتظام بھی ہو یا نہ ہو میں پیدل چل کر بھی قادیان ضرور پہنچوں گا کیونکہ میرے آقا کا ارشاد یہی ہے کہ آج ہی مجھے قادیان واپس پہنچنا ہے۔ خیر یکہ کا انتظام ہو گیا اور آپ رضی چل پڑے۔ مگر بارش کی وجہ سے راستہ میں کئی مقامات پر اس قدر پانی جمع ہو چکا تھا کہ آپ کو پیدل وہ پانی عبور کرنا پڑا۔ کانٹوں سے آپ کے پاؤں زخمی ہو گئے مگر قادیان پہنچ گئے اور فجر کی نماز کے وقت مسجد مبارک میں حاضر ہو گئے۔ حضرت اقدس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا مولوی صاحب رات بٹالہ سے واپس تشریف لے آئے تھے۔ قبل اس کے کہ کوئی اور جواب دیتا آپ فوراً آگے بڑھے اور عرض کی حضور! میں واپس آ گیا تھا۔ یہ بالکل نہیں کہا کہ حضور رات شدت کی بارش تھی۔ اکثر جگہ پیدل چلنے کی وجہ سے میرے پاؤں زخمی ہو چکے ہیں اور میں سخت تکلیف اٹھا کر واپس پہنچا ہوں وغیرہ وغیرہ بلکہ اپنی تکالیف کا ذکر تک نہیں کیا"
(سیرت المہدی جلد اول ص۱۳۵)

۶۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ اپنے علم و فضل اور تقوےٰ و طہارت، اور توکل علی اللہ اور اطاعت امام میں ایسا مقام رکھتے تھے جو بعض لحاظ سے عدیم المثال تھا۔ آپ کی تعریف میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر کافی ہے ؎

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نوردیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نور یقیں بودے

دوسری جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اس مرد مومن کے متعلق یہ شاندار توصیفی الفاظ استعمال کئے ہیں کہ مولوی نور الدین صاحب اس طرح میری پیروی کرتے ہیں جس طرح انسان کی نبض انسان کے دل

کی حرکت کے پیچھے چلتی ہے حقیقتاً حضرت مولوی صاحب کا مقامِ اطاعت اور مقامِ توکل بہت ہی بلند تھا"

(حیات نور ص۷-۸)

غرض آپ کی زندگی فدائیت اور اخلاص کے واقعات سے معمور ہے۔ یہ چند واقعات بطور نمونہ بیان کئے گئے ہیں ورنہ آپ کی حیات کا لمحہ لمحہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے وقف تھا سچ ہے ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے اسوہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

محبّتِ الٰہی معرفت پر موقوف ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ایمان کا قوی ہونا یا اعمالِ صالحہ کا بجالانا اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق قدم اُٹھانا یہ تمام باتیں معرفتِ کاملہ کا نتیجہ ہیں۔ جس دل کو خدا تعالیٰ کی معرفت میں سے کچھ حصہ نہیں ملا وہ دل ایمانِ قوی اور اعمالِ صالحہ سے بے نصیب ہے۔ معرفت سے ہی خدا تعالیٰ کا خوف دل میں پیدا ہوتا ہے اور معرفت سے ہی خدا تعالیٰ کی محبت دل میں جوش مارتی ہے۔ ۔ ۔ پس معلوم ہوا کہ تمام محبّت اور خوف معرفت پر موقوف ہے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۴)

اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ

باہم سلام کو رواج دو

— (مکرم چوہدری خالد سیف اللہ خان صاحب بی۔ایس سی انجینئرنگ۔ لاہور) —

حضرت سید احمد صاحب بریلوی کے سوانح میں لکھا ہے کہ جب آپ بریلی سے دہلی گئے تو وہاں ایک طریق یہ رائج تھا کہ ایک دوسرے کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہنے کی بجائے تسلیمات بجالاتے۔ مثلاً یوں کہتے کہ عبدالقادر تسلیمات بجالاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ طریق سنت نبوی کے مطابق نہیں تھا بلکہ اس میں تصنع اور تکلف پایا جاتا تھا اور کہنے والا اس میں شرف بڑائی اور تہذیب خیال کرتا تھا حضرت سید صاحب نے اس غلطی کی اصلاح فرمائی اور دوبارہ اَلسَّلَامُ علیکم کو رواج دیا۔ یہ بھی آپ کے تجدیدی کارناموں میں سے ایک ہے۔

آجکل بھی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کی جگہ آداب، تسلیم، شب بخیر، سلام مسنون اور خدا حافظ وغیرہ کا استعمال دیکھنے اور سننے میں آتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض درسی کتب میں جہاں بچوں کو خط وغیرہ لکھنا سکھایا جاتا ہے وہاں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کی بجائے "سلام مسنون" لکھا جاتا ہے۔ لکھنے والے کا مقصد شائد یہ ہوتا ہے کہ میں اپنے مخاطب کو وہ سلام کہنا چاہتا ہوں جو مسنون ہے۔ اگر یہی بات ہے تو اتنے تکلف کی کیا ضرورت ہے سیدھا سلام مسنون یعنی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ ہی کیوں نہ لکھ دیا جائے۔ آجکل بالخصوص علیحدہ ہوتے وقت بجائے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہنے کے خدا حافظ کا رواج تو ایک فیشن کی شکل اختیار کرتا جا رہا ہے جو غالباً یورپین اقوام کی نقل میں "گڈبائی" (Good bye) کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے بلکہ بعض تعلیم یافتہ گھرانوں میں تو بچوں کو فخریہ طور پر بعض مہمل قسم کے الفاظ مثلاً "بائی بائی اور ٹاٹا ٹاٹا" ہی سکھائے جاتے ہیں۔ اور اس میں شرف اور تہذیب خیال کی جاتی ہے اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے سکھلائے ہوئے پیارے کلمات پر ان کو ترجیح دی جاتی ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کی بجائے دوسرے کلمات کو اختیار کرنا کوئی معمولی امر نہیں ہے بلکہ ہم سب کی توجہ کا مستحق ہے۔ محکمہ تعلیم، پریس، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ارباب اختیار کو اس طرف خصوصی توجہ کرنی چاہیئے اور پروگراموں وغیرہ کا اختتام بھی السلام علیکم سے ہی کرنا چاہیئے جس طرح وہ آغاز اس کلمہ مبارکہ سے کرتے ہیں۔ دراصل اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ

کی جگہ خدا حافظ رائج کرنے کی ذمہ داری بھی انہی اداروں پر عائد ہوتی ہے۔

اس امر کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال قبل یہ بتا دیا تھا کہ آخری زمانہ میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کی جگہ دوسرے ناپسندیدہ کلمات کو رائج کیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

"..... امام احمد بن حنبل معاذ بن انس رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اس امت کی خرابی اور بربادی کے زمانہ کی ایک یہ علامت ہوگی (اور یہی زمانہ مسیح موعود کا ہے) کہ لوگ آپس میں ملتے ہوتے ایک دوسرے پر لعنت کریں گے۔ گو شرّاح اس حدیث کے یہ معنی کرتے ہیں کہ اس سے مراد سفلہ لوگوں کا ملتے وقت ایک دوسرے کو گالیاں دینا ہے۔ مگر درحقیقت اس میں اس سے بھی بڑھ کر ایک اَور تغیر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو سفلوں میں نہیں بلکہ بعض علاقوں کے مسلمان شرفاء میں بھی پایا جاتا ہے اور وہ بندگی اور تسلیم کا رواج ہے۔ ہندوستان میں بڑے لوگ آپس میں سلام کہنا ہتک خیال کرتے ہیں اور اس کی جگہ آداب اور تسلیم کہتے ہیں بلکہ ہندوؤں کی نقل میں بندگی تک کہہ دیتے ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ میں آپ کے سامنے اپنی عبودیت کا اظہار کرتا ہوں اور یہ الفاظ اس لفظ کی جگہ استعمال کرنے جس کے معنی سلامتی اور حفاظت کے ہیں درحقیقت مُلاعن ہی ہے۔ کیونکہ جب کوئی شخص شرک کے کلمات کہتا ہے یا خدا تعالےٰ کے لئے جس فرمانبرداری کا اظہار مخصوص ہے اس کا اظہار بندوں کے لئے کرتا ہے وہ خدا کی لعنت ایک دوسرے پر ڈالتا ہے۔ لفظ آداب جس کا رواج مسلمانوں میں زیادہ ہے اس کا بھی درحقیقت یہی مطلب ہے کہ ہم بندگی اور تسلیم کہتے ہیں اور یہ لفظ اس لئے اختیار کر لیا گیا ہے تا ایسے مشرکانہ الفاظ بار بار استعمال کرنے سے دل میں جو ملامت پیدا ہوتی ہے اس کے اثر سے محفوظ ہو جائیں۔" (دعوت الامیر ص۲)

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے مطالب و معانی

بہت سے لوگ جو سلام کی جگہ دوسرے کلمات استعمال کرتے ہیں وہ دراصل اس لفظ کے مطالب و معانی سے غافل ہیں۔ اگر انہیں اس کا علم ہو جائے تو وہ شاید اس کو متروک کرنے کا خیال بھی دل میں نہ لادیں۔ اس غرض کے لئے لفظ سلام کے جو معنے قرآن کریم کی رُو سے ثابت ہیں اور مفردات امام راغب میں دیئے گئے ہیں درج ذیل ہیں:

سَلْمٌ اور سَلَامَۃٌ : ظاہرہ و باطنہ آفات سے نجات کا حصول

بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ : دھوکہ فریب۔ ابتری پیدا کرنے سے خالی دل کے ساتھ (یہ باطنی آفات سے نجات ہے)

مُسَلَّمَةٌ لَا شِيَةَ فِيْهَا : ظاہری آفات سے بچی ہوئی۔ اس میں کوئی داغ نہیں (یعنی ظاہری آفات سے نجات ہے)

سَلِمَ يَسْلَمُ سَلَامَةً وَسَلَامًا : نجات پا گیا بری ہو گیا۔

سَلَّمَهُ اللّٰهُ : اللہ نے اس کو بچا لیا۔ قَوْلُهُ : وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ : لیکن اللہ نے بچا لیا۔

اُدْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ اٰمِنِيْنَ : اس میں داخل ہو جاؤ صحت و سلامتی کے ساتھ امن کی حالت میں۔

اِهْبِطْ بِسَلَامٍ مِّنَّا : اتر ہماری طرف سے آفات سے محفوظ

حقیقت سلامت : یعنی یہ کہ اصل سلامتی بہشت میں ہی ہے کہ اس میں ہمیشہ رہنا ہے فنا نہیں۔ دولتمندی ہے فقر نہیں۔ عزت ہے ذلّت وخواری نہیں۔ صحت وتندرستی ہے کوئی بیماری نہیں جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے لئے ہر قسم کے آفات ومصائب سے نجات والا گھر ہے اپنے پروردگار کے پاس۔

يَهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلَامِ : راہ نمائی کرتا ہے اللہ اس کے ساتھ جو لے اس کی پسندیدگی کی پیروی کی سلامتی کے راستوں کی۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ سلام اللہ تعالےٰ کا نام ہے اور لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ میں بھی یہی کہا گیا ہے۔ اَلسَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ : اس آیت میں اللہ تعالےٰ لسلام ہے اور ان عیوب وآفات سے پاک ہے جو مخلوق کے لاحق حال ہوا کرتی ہیں۔" (مفردات امام راغبؒ ترجمہ میر محمد جی صاحب مولوی فاضل واحمد حسن صاحب ایم۔اے)

اَلسَّلَامُ میں ال استغراقی ہے۔ لہٰذا السّلام کے معنی ہیں ہر قسم کی سلامتی۔

اوپر کی تشریح اور مثالوں سے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کے یہ معنے ثابت ہوتے ہیں :۔

"تم ہمیشہ تمام ظاہری وباطنی آفات سے محفوظ رہو۔ دین ودنیا کی سلامتی تمہیں حاصل رہے تمام روحانی اور جسمانی بیماریوں۔ آفات اور تکلیفوں سے بچے رہو۔ تمام گناہوں سے نیز تمام دنیا کی تکلیفوں، حوادث اور مصائب سے محفوظ رہو۔ تمام روحانی وجسمانی امراض سے نجات پا جاؤ اور بری ہو جاؤ ہمیشہ سلامت رہو کبھی فنا نہ آئے ہمیشہ خوشحال رہو اور غربت تم کو بدحال نہ کرے۔ ہمیشہ عزت سے رہو اور ذلّت وخواری تمہارے پاس نہ پھٹکے صحت وعافیت سے رہو اور بیماری سے محفوظ رہو۔ تمہاری زندگی بھی سلامتی سے کٹے اور مرنے کے بعد بھی دار السّلام میں ٹھکانا ہو۔ نیز تم فرمانبرداری، صلح اور سلامت روی سے پاک اور بے عیب زندگی بسر کرتے رہو، بغاوت کے ہر طریق سے بچتے رہو اور خدا کی رضا کی راہوں پر گامزن رہو۔"

وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کے معنی ہیں کہ ہر قسم کی مشکلات سے نجات پانے کے لئے اور دینی و دنیاوی ترقی کے حصول کے لئے جس قدر اسباب اور ذرائع درکار ہیں وہ خدائے رحمٰن رحیم خود تمہارے لئے مہیا فرمائے۔ اور پھر ان ذرائع کے استعمال پر بہترین نتائج مرتب فرمائے۔ نیز ان کوششوں کے ثمرات میں ہر آن برکت پڑتی رہے اور اضافہ در اضافہ ہوتا رہے۔

سبحان اللہ کس قدر جامع یہ کلمہ ہے۔ تمام دعاؤں کا بہترین خلاصہ ہے اور مذہبِ اسلام کی سبھی خصوصیات اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

خدا حافظ۔ فِی اَمَانِ اللّٰہِ اور شب بخیر وغیرہ بھی عمدہ دعائیہ کلمات ہیں اور ان کا استعمال بھی مستحسن ہے لیکن اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کی جگہ نہیں بلکہ زائد اور اضافی طور پر ان کے بعد۔ حقیقت یہ ہے کہ ان سب کلمات کا مفہوم بھی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے اندر بدرجہ ادلے شامل ہے۔ نیز ہم خواہ کتنے بھی عمدہ اور خوبصورت کلمات تجویز کرلیں وہ ان الفاظ کا ہرگز بدل نہیں ہو سکتے جو ہمارے پیارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے اور جن کو رائج کرنے کا ہمیں ارشاد فرمایا۔

قرآن کریم کی رو سے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہنے کا حکم

۱۔ گھروں میں داخل ہوتے وقت اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا کرو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً (۲۴/۶۲) یعنی جب تم اپنے گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا کرو۔ یہ وہ دعا ہے ہے جو خدا کی طرف سے مقرر ہے۔ برکت والی عمدہ (دعا) ہے۔

۲۔ سلام کا اس سے بہتر یا کم سے کم اس جیسا ہی جواب دیا کرو۔

فرمایا وَإِذَا حُيِّيتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا (۴/۸۷)

اور جب تمہیں کوئی دعا دی جائے تو تم اس سے اچھی دعا دو یا (کم سے کم) اسی کو لوٹا دو۔ یعنی اگر اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا جائے تو جواب میں وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ یا کم سے کم جواب میں وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ ہی کہہ دیا جائے۔ بہرحال سلام کا جواب دینا ضروری ہے۔

۳۔ سلام مسلمانوں کا ظاہری نشان ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقٰى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا (۴/۹۵) اور جو تمہیں سلام کہے اسے یہ نہ کہا کرو کہ تو مومن نہیں۔ اس آیت سے سلام کی اہمیت ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اسے مسلمانوں کا

نشان اور ظاہری علامت قرار دیا ہے۔ خدا تعالیٰ مسلمانوں کو اسے ہمیشہ قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

۴۔ غیر گھروں میں داخل ہوتے وقت اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہہ کر اجازت لو۔

فرمایا۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا (۲۴/۲۸) اے مومنو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک اجازت نہ لے لو اور (داخل ہونے سے پہلے) ان گھروں میں بسنے والوں کو سلام نہ کرلو۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہؓ کے گھر گئے تو آپ نے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہا۔ حضرت سعدؓ نے اتنا آہستہ جواب دیا کہ آپؐ نے نہ سنا۔ اسی طرح تین بار ہوا تو آپؐ واپس چل پڑے۔ حضرت سعدؓ آپ کے پیچھے دوڑ نکلے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے عمداً آہستہ جواب دیا تھا تاکہ آپؐ بار بار السلام علیکم کہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ کے دل میں حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا کتنا عشق تھا اور وہ آپؐ سے دعا لینے کے کتنے حریص تھے۔ نیز اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کی دعا کی کس قدر اہمیت ان کے دل میں تھی۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کی عظمت از روئے قرآن کریم

قرآن کریم کے ایسے مقامات کو دیکھنے سے جہاں خدا تعالیٰ یا اس کے فرشتوں کی طرف سے انبیائے کرام اور مومنوں کو سلام کہا گیا ہے۔ اس مبارک کلمہ کی عظمت کا عجیب احساس ہوتا ہے اور ان کی خوش نصیبی پر رشک آتا ہے جن کو خود خدائے رب العرش کی طرف سے سلام کا تحفہ بھیجا گیا۔

۱۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے انبیائے کرام برگزیدوں اور مومنوں پر سلام

خدا تعالیٰ کی طرف سے نوح علیہ السلام پر سلام ہوتا ہے۔ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِى الْعٰلَمِيْنَ (۳۷/۸۰) تمام جہانوں میں نوحؑ پر سلام۔ حضرت ابراہیمؑ پر سلام۔ سَلٰمٌ عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ (۳۷/۱۱۰) حضرت موسےٰؑ اور ہارونؑ پر سلام۔ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ (۳۷/۱۲۱) الیاسین پر سلام سَلٰمٌ عَلٰۤى اِلْ يَاسِيْنَ (۳۷/۱۳۱)۔ حضرت یحیٰؑ پر خدا تعالیٰ کا سلام وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا (۱۹/۱۶) اور سلام ہے جس دن وہ پیدا ہوا جس دن وہ مرے گا اور جس دن وہ زندہ اٹھایا جائے گا۔ یہی الفاظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں بھی استعمال ہوئے ہیں۔ وَالسَّلٰمُ عَلَىَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا (۱۹/۳۴) اور جس دن میں پیدا ہوا تھا اس دن بھی مجھ پر سلامتی نازل ہوئی تھی اور جب میں مروں گا اور جب مجھے زندہ کرکے اٹھایا جائے گا (اس وقت بھی مجھ پر سلامتی نازل کی جائے گی)

غور سے دیکھا جائے تو ہر مومن کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ کاش اس کی ولادت کے وقت بھی اسے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا گیا ہوتا اُس کی ساری زندگی سلامتی سے گذرے اور ہر گناہ دکھ درد اور رنج و مصیبت سے محفوظ رہے۔ پھر اُس کی وفات پر بھی فرشتوں کی طرف سے اسے سلام علیکم کہا جائے تا وہ عالم برزخ میں سلامتی کی حالت میں رہے اور عذابِ قبر سے محفوظ رہے اور پھر حشر و نشر کے وقت ملائکہ اسے سلام کہیں تا وہ امن اور سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو اور جہنم کے عذاب سے محفوظ رہے۔

پھر فرمایا سبھی رسولوں پر سلام سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ (۳۷/۸۲) اللہ کے سب برگزیدوں پر سلام۔ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى (۲۷/۶۰) ان سب لوگوں پر سلام جو خدائی ہدایت کی پیروی کرتے ہیں۔ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔

۲۔ مومنوں کو وفات کے وقت فرشتے سَلَامٌ عَلَيْكُمْ کہتے ہیں۔

ایسے وقت میں جب انسان کے ناطے دنیا و مافیہا سے ٹوٹ رہے ہوتے ہیں۔ جب قبر اپنی طرف بلا رہی ہوتی ہو۔ اور طائرِ روح قفسِ عنصری سے پرواز کرنے کو ہوتا ہے۔ جب جاں جانِ آفریں اور مالکِ حقیقی کے سپرد کرنے کا وقت آتا ہے۔ جب ایک طرف دنیا کے پیاروں اور عزیزوں سے جدائی ہو رہی ہوتی ہے اور دوسری طرف وفات شدہ پیارے وجود اس کے استقبال کی تیاریوں میں لگے ہوتے ہیں۔ آہ کس قدر وہ دلدوز منظر ہوتا ہے وہ کونسی روح ہے جو اس دن کے تصور سے ترساں و لرزاں نہیں ہو جاتی اور کونسا دل ہے جو اس وقت کے تصور سے مضطرب نہیں ہو جاتا۔ اس وقت ایک مومن کس قدر محتاج ہو جاتا ہے کہ خدا کے فرشتے اسے سَلَامٌ عَلَيْكُمْ کے محبت بھرے الفاظ سے مخاطب کریں اور اس کے سارے ہموم و غموم اور بے چینیوں اور گھبراہٹوں کو سلامتی اور امن و سکون سے بدل دیں۔ ہاں وہی وقت ہوتا ہے جب خدا کے فرشتے آتے ہیں اور مومن کو سَلَامٌ عَلَيْكُمْ کہہ کر دوسری زندگی میں استقبال کرتے ہیں چنانچہ فرمایا۔

اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۱۶/۳۳)

(وہ متقی) جن کی روحوں کو فرشتے اس حالت میں کہ وہ پاک نفس ہوں (یہ) کہتے ہوئے قبض کرتے ہیں کہ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ (اب) تمہارے لئے سلامتی ہی سلامتی ہے (لو اب اپنے نیک) اعمال کے بدلے میں تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔

کتنا پیارا یہ کلمہ ہے سَلَامٌ عَلَيْكُمْ آیئے ہم اپنے پیارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں اس کو اس قدر دنیا میں پھیلا دیں کہ جب ہماری واپسی کا وقت آئے تو فرشتے کہیں کہ یہ شخص ساری عمر اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کو پھیلاتا رہا اس کو اس کلمہ سے بہت محبت تھی۔ آج جبکہ یہ اپنے عارضی گھر سے مستقل گھر میں منتقل ہو رہا

ہے تو آؤ اس کا استقبال ہی اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ سے ہی کریں۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔

۳۔ جنت میں مومنوں کو دعا اور سلام کا تحفہ ملتا رہے گا۔

فرمایا۔ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا (۲۵/۷۶)

یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کی نیکی پر قائم رہنے کی وجہ سے (بہشت میں) بالاخانے دیئے جائیں گے اور ان کو اس میں دعائیں دی جائیں گی اور سلامتی کے پیغام پہنچائے جائیں گے۔

پھر اصحاب اعراف جو کامل مومن ہوں گے وہ ان جنتیوں کو جو ابھی جنت میں داخل تو نہیں ہوئے لیکن امیدوار ہیں سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ کہیں گے۔ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۷/۴۷

پھر خدا فرماتا ہے کہ جو لوگ تقوےٰ کرتے تھے ان کو جنت کی طرف گروہ در گروہ دھکیل کر لے جایا جائے گا یہاں تک کہ جب وہ جنت تک پہنچ جائیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے

وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ۳۹/۷۴

اور جنت کے داروغے ان سے کہیں گے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ تم ہمیشہ سلامتی ہو تم بڑی اچھی حالت کو پہنچے ہو پس اس (جنت) میں داخل ہو جاؤ۔ اس فیصلہ کے ساتھ کہ تم ہمیشہ اس میں رہو گے۔

پھر جنتیوں کو فرشتے سلام کریں گے چنانچہ جنتیوں کے بارے میں فرمایا:۔

.... وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝ ۱۳/۲۴-۲۵

اور فرشتے ہر دروازہ سے ان کے پاس آئیں گے (اور کہیں گے) سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ تمہارے لئے سلامتی ہے کیونکہ تم ثابت قدم رہے پس (اب دیکھو کہ تمہارے لئے) اس گھر کا کیا ہی اچھا انجام ہے۔

پھر فرمایا کہ جنتیوں کو خود ان کے بے انتہا پیار کرنے والے مہربان آقا کی طرف سے سلام کی ندا آئے گی۔
سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ۝ ۳۶/۵۹ اور ان کو سلام کہا جائے گا جو بار بار کرم کرنے والے رب کی طرف سے ان کی طرف پیغام ہوگا۔ سبحان اللہ کتنا پیارا وہ آقا ہے جو اپنے حقیر اور لاشئے محض بندوں کو خود سلام کرتا ہے اور کتنا پیارا یہ کلمہ سلام ہے جس سے ان خوش نصیبوں کی عزت افزائی کی جاتی ہے۔

۴۔ جنت میں ہر طرف تسبیح و تحمید اور اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کی صدا سنائی دے گی۔

خدائے ذوالمجد والعطاء فرماتا ہے۔

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ۝ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ۝ ۵۶/۲۶-۲۷

یعنی وہ (مومن) جنّتوں میں نہ تو کوئی لغو بات سنیں گے اور نہ گناہ کا کلمہ۔ ہاں مگر سنیں گے تو ایک ہی بات سلامًا سلامًا۔ یعنی ایسا قول جو سلام (یعنی کی دعا) پر مشتمل ہوگا۔

پھر جنتیوں کے بارہ میں فرمایا کہ

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ وَ اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۱۱/۱)

یعنی ان (جنتوں) میں (خدا کے حضور) ان کی پکار (یہ ہوگی) اے اللہ تو پاک ہے اور ان کی (ایک دوسرے کے لئے) دعا ہوگی سلام یعنی تم پر ہمیشہ کے لئے سلامتی ہو اور سب سے آخر میں وہ بلند آواز سے یہ کہہ دیں گے کہ اللہ ہی سب تعریفوں کا مستحق ہے۔

خدا کرے کہ دنیا بھی خدا کی تسبیح وتحمید اور اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کی صداؤں سے بھر جائے تا یہ دنیا بھی جنت نظیر بن جائے اور زمین خدا کے نور سے جگمگا اٹھے۔ آمین

گڈمارننگ یا سلام

آج کل تمام عیسائی گڈ مارننگ۔ گڈ ایوننگ۔ گڈ نائٹ۔ گڈ بائی وغیرہ کہتے ہیں لیکن انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کو سلام کہا کرتے تھے۔ چنانچہ انجیل میں لکھا ہے۔

"یسوع انہیں ملا اور کہا سلام" (متی ۲۸ : ۹)

ہم مسیحی اقوام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ سلام کا وہی طریق اختیار کریں جو تمام انبیاء اور صلحاء کا تھا بلکہ خود حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا تھا اور اس کی بجائے دوسرے کلمات جو انہوں نے اختیار کر رکھے ہیں انہیں ترک کر دیں قرآن کریم سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ صلحاء میں ہمیشہ سلام کا طریق ہی رہا ہے۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب فرستادے آئے تو انہوں نے آپ کو سلام کیا اور آپ نے بھی جواب میں انہیں سلام ہی کہا۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے کہ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ (۵۱/۲۶) ظاہر ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کا صحیح طریق اس سے مختلف نہیں ہو سکتا۔

احادیث کی رو سے سلام کرنے کا حکم اس کی فضیلت اور اس کے آداب

۱۔ سلام کو پھیلاؤ۔

حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ

وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوْا وَالنَّاسُ نِيَامٌ ۔ تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ بِسَلَامٍ۔ اے لوگو باہم خوب سلام کیا کرو۔ محتاجوں کو کھانا کھلایا کرو۔ صلہ رحمی کیا کرو اور جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو تم راتوں کو نمازیں پڑھا کرو تو تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوجاؤ گے ۔ (ترمذی بحوالہ ریاض الصالحین)

۲۔ اسلام میں سب سے بہتر عمل سلام کرنا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اَیُّ الْاِسْلَامِ خَیْرٌ۔ اسلام میں سب سے بہتر عمل کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ۔ یعنی بھوکوں کو کھانا کھلانا اور ہر واقف و ناواقف کو سلام کرنا۔ (بخاری و مسلم بحوالہ ریاض الصالحین)

افسوس کہ آجکل اوّل تو سلام کا رواج ہی بہت کم ہو گیا ہے۔ دوسرے وہ بھی واقفوں کے لئے مخصوص ہو کر رہ گیا ہے اگر کسی ناواقف کو سلام کیا جائے تو بعض اوقات وہ کھڑا ہو کر پوچھ لیتا ہے کہ بھائی صاحب معاف کریں میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔

۳۔ صحابہ کرامؓ کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہنے کا شوق۔

صحابہ کرامؓ کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہنے کا کس قدر شوق تھا اس کا اندازہ اس حدیث سے ہوسکتا ہے جو امام مالکؒ نے موطا میں درج کی ہے اور ریاض الصالحین کے حوالہ سے درج ذیل ہے۔

"حضرت طفیل بن ابی بن کعب سے مروی ہے کہ وہ عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ تو وہ صبح کو ان کو اپنے ہمراہ بازار میں لے جاتے جب صبح ہم بازار جاتے تو جس خوردہ فروش تاجر یا مسکین یا کسی اور شخص پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا گزر ہوتا تو وہ اس کو ضرور سلام کرتے۔ طفیل کہتے ہیں میں ایک دن حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ حسب دستور مجھ کو بازار لے جانے لگے۔ میں نے کہا کہ آپ بازار جاکر کیا کریں گے۔ نہ تو آپ کسی خرید و فروخت کے لئے بازار میں کھڑے ہوتے ہیں اور کسی چیز کے بارے میں آپ دریافت کرتے ہیں اور نہ اس کا بھاؤ پوچھتے ہیں اور نہ بازار کی کسی اور مجلس میں بیٹھتے ہیں۔ حالانکہ میں کہتا ہوں کہ آیئے یہاں بیٹھ کر ہم کچھ باتیں ہی کریں۔ اس پر حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ اے ابوبطن (اے پیٹ والے) کیونکہ طفیل کا پیٹ ذرا بھاری تھا۔ ہم تو صبح کو اس لئے بازار جاتے ہیں کہ جس سے ملاقات ہو اس کو سلام کرلیا کریں"۔

(ریاض الصالحین جلد اول صفحہ ۴۹)

۴۔ ہر سلام پر دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

حضرت عمران بن حصینؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا آپؐ نے اس کا جواب دے دیا۔ پھر وہ بیٹھ گیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے لئے دس نیکیاں لکھی گئی ہیں۔ پھر دوسرا شخص آیا اور اس نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ کہا، پھر آپؐ نے اس کا بھی جواب دے دیا چنانچہ وہ شخص بھی بیٹھ گیا۔ آپؐ نے فرمایا اس شخص کے لئے بیس نیکیاں لکھی گئی ہیں پھر ایک اور شخص آیا اس نے آکر عرض کیا کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ آپؐ نے جواب دیا اور وہ بھی بیٹھ گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کے لئے تیس نیکیاں لکھی گئی ہیں۔"

(ابوداؤد۔ ترمذی بحوالہ ریاض الصالحین صفحہ ۴۹۱)

کس قدر آسان اور سہل طریق ہے نیکی کمانے کا۔

۵۔ اسلام میں پہل کرنے کی فضیلت

حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاللّٰہِ مَنْ بَدَأَھُمْ بِالسَّلَامِ یعنی اللہ تعالےٰ سے سب سے قریب وہ شخص ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔ (ابوداؤد بحوالہ ریاض الصالحین صلا ۴۹۲)

ایسے لوگ جو سلام میں پہل کرنے کو کسرشان سمجھتے ہیں اور توقع کرتے ہیں کہ ہمیشہ دوسرے ہی انہیں پہلے سلام کریں وہ اس پر غور کریں اصل عزت تو خدا کے قرب میں ہے لِلّٰہِ الْعِزَّۃُ جَمِیْعًا۔ اپنی عزت اور مقام کو قائم کرنے کے لئے جو طریق وہ اختیار کرتے ہیں وہ دراصل ان کو عزت سے محروم کرکے دوسروں کو (جو سلام میں پہل کرنے والے ہیں) خدا کا مقرب اور معزز بنانے والا ہے۔ ہمارے ملک میں ایک غلط طریق یہ بھی رائج ہوچکا ہے کہ افسر اپنے ماتحتوں بالخصوص چپراسیوں وغیرہ کو اور مالک اپنے ملازمین (بالخصوص چھوٹے ملازمین نوکروں وغیرہ) کو سلام کرنا موجب ہتک اور خلاف وقار خیال کرتے ہیں۔ بعض تو سلام کا جواب تک دینے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے بلکہ سلام کا جواب دینے میں دوسروں کی عزت افزائی سمجھتے ہیں۔ بعض محض ہاتھ ہلا کر ہی جواب دینے کے فرض سے اپنے آپ کو سبکدوش خیال کرتے ہیں۔ بعض اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے جواب میں مسنون طریقہ پر عَلَیْکُمُ السَّلَام کہنے کی بجائے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ ہی کہتے ہیں۔ یہ سب طریق ایسے ہیں جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے اور ان کو ترک کردینا چاہیئے۔

دعاؤں کا مبارک مہینہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"رمضان کا مہینہ مبارک مہینہ ہے، دعاؤں کا مہینہ ہے۔" (الحکم ۲۴ جنوری ۱۹۰۱ء)

تقسیم انعامات اجتماع انصاراللہ ۱۳۵۰ ہش

انصاراللہ کے سولہویں سالانہ اجتماع منعقدہ ۱۵، ۱۶، ۱۷ اخاء ۱۳۵۰ ہش مطابق ۱۵، ۱۶، ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۱ء کے موقعہ پر محترم مولانا ابوالعطاء صاحب قائمقام صدر مجلس انصاراللہ مرکزیہ نے کارکردگی کے اعتبار سے امتیاز حاصل کرنے والے ناظمین اعلیٰ ناظمین اضلاع نیز تعلیمی امتحانات اور مختلف مقابلوں میں اوّل و دوم قرار پانے والے اصحاب میں انعامات تقسیم فرمائے تھے۔ اس موقعہ پر جن احباب نے انعامات حاصل کئے ان کے اسماء درج ذیل ہیں۔

(۱) اسنادِ خوشنودی

ناظمین اعلیٰ :-

اوّل :- مکرم قریشی عبدالرحمٰن صاحب سکھر ناظم اعلیٰ صوبہ سندھ

دوم :- " چوہدری رکن الدین صاحب ناظم اعلیٰ صوبہ سرحد

سوم :- " میاں بشیر احمد صاحب ناظم اعلیٰ صوبہ بلوچستان

ناظمین اضلاع :-

اوّل :- مکرم چوہدری احمد الدین صاحب ناظم انصاراللہ ضلع لائل پور

دوم :- " ملک عبداللطیف صاحب ستکوہی ناظم انصاراللہ ضلع لاہور

سوم :- " مکرم مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب ناظم اعلیٰ کراچی

(۲) تعلیمی انعامات

سہ ماہی چہارم سال گزشتہ - انعام اوّل - مکرم عزیز محمد خان صاحب شمس آباد ضلع لاہور

" " " - " ماسٹر محمد ابراہیم شاد چک چھور

" دوم - " شیخ مبارک احمد صاحب محمد نگر لاہور

" " " - " آفتاب احمد صاحب بسمل کراچی

سہ ماہی اوّل - اوّل انعام :- مکرم مولوی عبد المجید صاحب مارٹن روڈ کراچی
دوم " :- " ماسٹر علی محمد صاحب مسلم ساہی وال

سہ ماہی دوم اوّل انعام :- مکرم میجر سید محمود احمد شاہ صاحب
دوم " :- " غلام مصطفےٰ صاحب دار الصدر شمالی ربوہ

سہ ماہی سوم اور سہ ماہی چہارم کے نتائج ابھی تک مرتب نہیں ہوئے

(۳) تقریری مقابلہ اجتماع انصار اللہ ۱۹۷۱ء

اوّل انعام :- مکرم شاہ محمد صاحب
دوم " :- " محمد الطاف خان صاحب پشاور
سپیشل " :- " چوہدری محمود احمد صاحب چیمہ

(۴) ورزشی مقابلہ جات بر موقع اجتماع انصار اللہ ۱۹۷۱ء

والی بال :
اوّل انعام (کیپٹن سیالکوٹ ٹیم) مکرم خواجہ محمد امین صاحب سمبڑیال
دوم " (کیپٹن ربوہ ٹیم) " حسن محمد خان صاحب عارف

رسہ کشی :-
اوّل انعام (کیپٹن سرگودہا ٹیم) " چوہدری ظفر اللہ خان صاحب
دوم " (کیپٹن پشاور ٹیم) " میاں بشیر احمد صاحب

(۵) وظائف تعلیمی اطفال الاحمدیہ

اوّل انعام :- مکرم عبد البصیر رشو صاحب جماعت احمدیہ گرمولہ درکال
دوم " :- " قمر احمد صاحب ہشتم ربوہ

دیندار آدمی دنیاداروں کی طرف رغبت نہیں رکھتا
وہ دنیاداروں کی طرف رجوع کرنے میں اپنی ذلت سمجھتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ھیں :—

'' دیندار آدمی دنیاداروں کی طرف رجوع کرنے میں اپنی ذلت اور توھین سمجھتا ہے ۔ ایک صحابیؓ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض تھے ۔ اس وقت ایک بادشاہ نے اپنا سفیر ان کے پاس بھیجا اور چاھا کہ وہ اس کے پاس چلے آویں ۔ صحابیؓ نے اس خط کو لے کر تنور میں پھینک دیا اور رونا شروع کردیا کہ ایک طرف تو میری یہ حالت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ھیں اور دوسری طرف میں یہاں تک گر گیا کہ ایک کافر میرے ایمان پر طمع کرنے لگا ، مجھ سے ضرور کوئی سخت معصیت ہوئی ہے ۔ جس قدر زیادہ دینداری اور خداپرستی ھوگی اسی قدر اھل دنیا سے نفرت پیدا ھوگی ۔ ھم کو جس قدر تکالیف دی گئی ھیں اور جس قدر سب و شتم کیا گیا ہے یہ ھماری تبلیغ کے لئے ذریعہ ھوگیا ہے جیسے جس قدر گرمی شدت سے ھو برسات بھی اسی نسبت سے زیادہ ھوتی ہے ۔ عرب کے لوگ عیش و عشرت اور ناپاک خواھشوں اور فعلوں میں مستغرق تھے ، انہیں مذھب اور مذھبی مباحثات سے کیا کام تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل میں یوں کھڑے ھوگئے جیسے کوئی بڑا عاشق مذھب دیندار ھوتا ہے ۔ یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ اس شور سے ساری قوموں میں جلد جلد آپ کی دعوت پھیل جائے ۔ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی تکالیف دیں ۔ مگر آخر وھی ھوا ۔ جو خداتعالی کا منشاء تھا ''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۳۵۸ ، ۳۵۹)

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں طبع ھؤا